رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱۸ | رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

شرح چندہ
سالانہ ...... ے
ششماہی ...... ے
سہ ماہی ...... عثمانی

شرح چندہ
سالانہ ...... ے
ششماہی ...... ے
سہ ماہی ...... عثمانی

قیمت فی پرچہ (۲ر) | قیمت پرانا پرچہ (۴ر)

جلد (۱۳) | ۲۷ امرداد ۱۳۵۲ف | ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۶۲ھ | ۳ جولائی ۱۹۴۳ء شنبہ | نمبر (۱۲)

جرمن روسی جنگ کی دوسری سالگرہ

ہٹلر کے منصوبے الٹ گئے

از

والٹر میلس

نیویارک ہیرالڈ ٹریبیون کے خصوصی اداریہ نگار والٹر میلس ایک مضمون میں تحریر کرتے ہیں کہ:-

شنبہ ۲۲ جون روس پر جرمن حملے کی دوسری سالگرہ کا دن تھا۔ جس جنگ کو چند ہفتوں میں ختم ہو جانا چاہیے تھا وہ دو سال سے جاری ہے اور جرمن ابھی کامیابی کی منزل سے بہت دور ہیں۔ یہ واقعہ موجودہ جنگ کی پوری تاریخ میں سب سے زیادہ عظیم الشان ہے۔ اب تک دنیا نے اس واقعہ کی اہمیت کو پوری طرح ذہن نشین نہیں کیا کہ ان دو سالوں میں سرخ فوج اور روسی عوام نے کیا کام انجام دیا۔ غالباً خود جرمنی کے باشندے بھی اس کی اہمیت کو ابھی طرح سمجھ نہ سکے لیکن جب ہم رفتار جنگ پر نظر ڈالتے ہیں تو اس کی اہمیت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے۔

اب یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ نہ صرف ہٹلر بلکہ اس کا جنرل اسٹاف بھی ۲۲ جون ۱۹۴۱ء میں جبکہ روس پر حملہ کیا گیا یہ باور کرتا تھا کہ سوویٹ روس کو بھی آسانی سے شکست دی جا سکتی ہے جس آسانی سے پولینڈ، ناروے، فرانس اور بلقان کو دی گئی۔ نپولین کی طرح ہٹلر اور نازیوں کو قوت کا نشہ چڑھ گیا تھا اور جب آغاز جنگ کے ابتدائی ہفتوں میں نازی فوجیں روسی دفاعات کو توڑ کر گھس پڑیں تو وہ سمجھ گئے کہ انہوں نے جنگ جیت لی اور ۳ جولائی ۱۹۴۱ء کو یہ اعلان کر دیا گیا کہ سوویٹ فوج کی مدافعت توڑ دی گئی اور ہماری ہوائی فوج نے دشمن کے جوابی حملے کے ہر امکان کا خاتمہ کر دیا۔ یہ بات جولائی ۱۹۴۲ء میں بھی کہی گئی تھی لیکن آج یہ ظاہر ہو گیا کہ دوشنبہ جنگ کے یہ ماہرین کس طرح غلط فہمی میں مبتلا تھے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ برق آسا حملہ جس کی وجہ سے نازیوں کو ہر جگہ کامیابی ہوئی تھی روسی باشندوں کی شجاعت اور جنگلہ اور مدافعت سے ٹکرا کر ناکام رہا۔ جب برق آسا حملہ کامیاب نہ ہو سکا تو سرخ فوجوں کا محاصرہ کر کے ان کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی اور سرخ فوجیں بچ نکلیں۔ ۲ اکتوبر کو اعلان کیا گیا کہ اب فیصلہ کن ضرب لگائی جائے گی۔ یہ ضرب لگائی گئی اور ایک اعلان کیا گیا کہ سوویٹ روس ایک فوجی طاقت کی حیثیت سے ختم ہو گیا ہے اور جو کچھ فوجیں بچ گئی ہیں انہیں آہستہ آہستہ ختم کیا جا رہا ہے۔ جرمنی میں اس اعلان سے مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی لیکن اس کے فوراً بعد ہی انہیں تلخ مایوسی سے دوچار ہونا پڑا۔ ہٹلر کا ہائی کمانڈ اس وقت عوام کو جو اعتماد کھو چکا تھا وہ پھر حاصل کر سکا۔ صرف فوج کا ہرگز خاتمہ نہیں ہوا بلکہ اس نے اس حملہ کو روک دیا جو ماسکو پر کیا گیا تھا اور جرمن فوجوں کو پیچھے ڈھکیل دیا گیا۔ پھر بھی ہٹلر اور اس کا ہائی کمانڈ صورت حال کا صحیح اندازہ لگانے میں ناکام رہا۔ اس کو یہ امید تھی کہ آنے والے موسم بہار میں ضرور کامیابی ہوگی۔ اور جوں جوں موسم بہار قریب آتا گیا ایسے بیانات شائع کئے گئے جو خود اعتمادی پر مبنی تھے۔ مارچ میں جرمن ریڈیو سے بیان کیا گیا کہ "سوویٹ روس کا اب خاتمہ ہے اور وہ بچ نہیں سکتا"۔ اپریل میں گورنگ نے کہا کہ "یہ حملہ سب سے زیادہ عظیم الشان فتح کی طرف لے جائے گا"۔ اور خود ہٹلر نے وعدہ کیا کہ "بولشویک عوام کو جو موسم سرما میں جرمن سپاہیوں پر فتح نہ پا سکے اس موسم گرما میں ہر طرف شکست دی جائے گی۔"

جون میں جنوب سے ماسکو کا محاصرہ کیا گیا اور قفقاز کی مہم شروع کی گئی مگر یہ حملے بھی ناکام رہے اور اسٹالن گراڈ کی لڑائی تاریخ میں ایک عظیم الشان یادگار رہے گی۔ ہٹلر اور اس کے ہائی کمانڈ نے اس جنگ کی نوعیت کو سمجھنے میں پھر غلطی کی۔ وہ حقائق پر نظر ڈالنے کے بجائے رنگین خواب کی دنیا میں پریشان رہے۔ قفقاز کی مہم میں اسٹالن گراڈ کلیدی حیثیت رکھتا تھا لیکن نازیوں نے اس مہم میں یکے بعد دیگرے اپنی فوجیں جھونک دیں اور اسٹالن گراڈ پر قبضہ کرنے سے پہلے قبضہ کا اعلان کر دیا گیا۔ بعد میں ہٹلر نے ۳۰ ستمبر کو اعلان کیا "ہم اسٹالن گراڈ لے کر رہیں گے۔ اطمینان رکھو کہ جب ہم ایک بار کسی جگہ قبضہ کر لیتے ہیں کوئی قوت یہاں سے نکال نہیں سکتی" لیکن آج اسٹالن گراڈ سے جرمن فوجیں اتنی ہی دور ہیں جتنی پہلے تھیں۔ قفقاز کی مہم میں نازی اس لئے ناکام رہے کہ وہ اسٹالن گراڈ نہ لے سکے۔ اب انہیں ایک دوسرے موسم سرما سے دوچار ہونا پڑا ہے۔

بقیہ صفحہ ۱۰ پر

مملکت ہفتہ وار

جلد ۳	۲۷ امرداد ۱۳۵۲ف	نمبر (۱۲)

ہماری قومی عید

حیدرآباد خوش قسمت ہے کہ وہ یکم رجب کو حضرت آصف جاہ سابع خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کی ایک اور سالگرہ منا رہا ہے۔ خدا کرے کہ ہمارے ملک کو یہ سعادت تادیر نصیب ہوتی رہے۔

دکن کے لئے جلالت الملک نواب میر عثمان علی خان بہادر کی افادیت اور ذات شاہانہ کی صلاحیتوں سے دنیا ہنوز کافی طور پر واقف نہیں ہوئی۔ بے عیب ذات صرف خدا کی ہے۔ انسان خطا اور نسیان کا مرکب ہے۔ ان ابدی حقائق کو تسلیم کرتے ہوئے بھی بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مملکت آصفیہ کو آصف جاہ سابع جیسا بیدار مغز، نکتہ شناس، اور ترقی پسند بادشاہ کبھی نہیں ملا۔

ہر بڑا انسان جو عوام کی نظروں اور توجہات کا مرکز بنا رہتا ہے اس کی نسبت کچھ غلط فہمیاں بھی ضرور پیدا ہو جاتی ہیں۔ حضرت آصف جاہ سابع کی زندگی بھی اس عام نظریہ سے مستثنیٰ نہیں رہی۔ لیکن جوں جوں زمانہ بڑھتا اور بدلتا گیا مشککین کو بھی قائل ہونا پڑا کہ وہ غلط فہمی میں مبتلا تھے۔

ہم نے ایک مودب فاصلے سے اپنے شاہ ذی جاہ کو سمجھنے کی جو کچھ بھی کوشش کی اس کا ماحصل یہ ہے۔

(۱) حضرت بندگان اقدس مملکت آصفیہ کے سیاسی مرتبہ اور آئینی حیثیت کو بلند سے بلند تر دیکھنا چاہتے ہیں۔

(۲) حضرت ظل سبحانی اس بات کو پسند نہیں فرماتے کہ ملکی مسائل فرقہ واری نقطۂ نظر سے دیکھے جائیں کیونکہ حضرت بندگان اقدس کے آئین حکمرانی میں جملہ فرقے، طبقے، اور جماعتیں ایک ہیں۔ وہاں مذہب کا فرق ہے نہ رنگ ونسل کا

(۳) حضرت حکیم السیاست خوب جانتے ہیں کہ حیدرآباد نہ سیاسی جزیرہ ہے اور نہ معاشی جزیرہ۔ اس لئے حضرت بندگان اقدس کا یہ مسلک رہا ہے کہ نہ تو برطانوی ہند کی سیاسیات میں دخل انداز ہوں اور نہ بیرونی عناصر کی حیدرآباد میں مداخلت کو گوارا فرمائیں۔ ساتھ ہی ساتھ حضرت جہاں پناہ دل سے آرزو مند ہیں کہ ہندوستان سیاسی ومعاشی ترقی کے انتہائی مدارج طے کرے۔ اور ریاستوں کو بھی اس کا موقع حاصل رہے کہ وہ اپنے انداز میں اپنی ترقی کی راہیں نکال لیں۔

(۴) جدید علمی تحریکات کے رجحان کو پیش نظر رکھ کر حضرت بندگان اقدس نے اپنی قلمرو میں جدید وقدیم کے امتزاج کی ایسی خوب صورت راہیں تجویز فرمائی ہیں کہ جن کا مطالعہ کر کے اکثر اہل الرائے افراد خاص کر چینی وترکی وفود اور امریکی صحیفہ نگاروں نے بے ساختہ خراج تحسین ادا کرنے پر اپنے آپ کو مجبور پایا

(۵) مبارک دور عثمانی میں رعایا کی فلاح و بہبود کے لئے جتنی اسکیمیں منظور ہوئی ہیں ان کا مقابلہ برطانوی ہند کا کوئی صوبہ نہیں کر سکتا۔ عدالتی اور عاملانہ اختیارات کا افتراق، ہندوستان کی قومی اور مشترکہ زبان کو ذریعہ تعلیم بنانا، ایک زرعی ملک کے لئے کروڑہا روپیے کے صرفہ سے ایسے ذخائر آب تیار کرنا جو ہندوستان بھر میں امتیازی شان کے حامل ہیں، ہر سال مقامات ہنگام یا خرابی فصل کے موقع پر زر مالگزاری میں فیاضانہ معافیاں عطا فرمانا، قومی تعمیر کے محکموں مثلاً تعلیمات، طبابت، زراعت، تنظیم دیہی، امداد باہمی، علاج حیوانات اور لوکل فنڈ کی تنظیم اور توسیع اور ان سب سے ہٹ کر ملک کے کاشتکاروں کو ساہوکاروں کے زبردست پنجہ سے نجات دلانے کے لئے ضروری قوانین منظور فرمانا، وسائل حمل ونقل کی توسیع وغیرہ یہ ایسے کارنامے ہیں جن پر حکومت اور اہل ملک سالگرہ ہمایونی کے مبارک اور مسعود موقع پر اپنے آپ کو قابل مبارکباد سمجھیں تو اس کو ہرگز غلطی سے تعبیر نہ کیا جائے گا۔

ایسے بادشاہ کی سالگرہ جملہ باشندگان ملک کی قومی عید ہے۔ کوئی حیدرآبادی ایسا نہ ہوگا جو اپنے قلب کی گہرائیوں میں ایسے بادشاہ کی رعایا ہونے پر اپنے آپ کو خوش قسمت نہ سمجھتا ہو۔ ہمیں یقین ہے کہ ملک کا وہ طبقہ بھی جس کا واحد مقصد حیات روپیہ کمانا ہے وہ بھی حیدرآبادی ہونے پر اس لئے فخر کرتا ہوگا کہ حیدرآباد میں بہت کم ٹیکس ادا کرنے پڑتے ہیں۔ اگر برطانوی ہند کا تاجر (۹۳) فی صد ٹیکس ادا کرتا ہے تو ہمارے آقائے ولی نعمت کی فیاضی صرف (۴۰) فی صد پر اکتفا فرماتی ہے۔ ہمیں یہ بھی یقین ہے کہ جب حیدرآباد میں عنقریب انکم ٹیکس نافذ ہوگا تو اس کی شرح بھی برطانوی ہند کی شرح سے کم ہوگی کیونکہ ہمارے شاہ ذی جاہ کا یہی مسلک رہا ہے۔

سستی دوکانوں کے لئے چندے کی اپیل

انجمن انسداد قلت و گرانی اجناس نے غریب اور نادار طبقوں کو گرانی کی بڑھتی ہوئی مصیبت سے نجات دلانے کے لئے اب تک حکومت کو توجہ دلائی رہی اور اس خصوص میں اپنی حکومت کے آگے چند تجاویز بھی پیش کیں جن کو حکومت نے ایک بڑی حد تک قبول کرلیا۔ اور دوسری طرف انجمن مذکور نے اس مسئلہ سے متعلق رائے عامہ کو منظم کرنے اور شعور عامہ کو بیدار کرنے کی کوشش کی اور ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انجمن کی کوشش بار آور ہو رہی ہیں۔ گرانی کا مسئلہ ایسا ہے جس کو تنہا حکومت حل نہیں کرسکتی تا وقتیکہ اس کو عوام کا تعاون حاصل نہ ہو اور خود عوام بھی اپنی طرف سے جدوجہد نہ کریں۔ حالات کا بہ غور مطالعہ کرنے کے بعد انجمن کی مجلس عاملہ اس نتیجہ پر پہونچی کہ ملک کی سستی دوکانیں کھولی جائیں۔ ظاہر ہے کہ یہ مقصد بغیر پبلک چندوں کے حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس سلسلہ میں انجمن مذکور نے یہ اپیل جاری کی ہے کہ:

"حالات کے مطالعہ نے اس امر کو واضح کیا ہے کہ پبلک کی طرف سے چندہ فراہم کرکے غریبوں کے لئے سستی چیزیں فراہم کرنے کی ضرورت ہے چنانچہ اس خصوص میں ایک اسکیم زیر ترتیب ہے جو پبلک کے غور کے لئے پیش کی جائے گی۔ جب کسی قوم و ملک کو دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو سب سے زیادہ ذمہ داری صاحب ثروت طبقہ پر عائد ہوتی ہے کہ وہ ملک کی تکالیف کا احساس کرتے ہوئے اپنی مرضی و خوشی سے اپنی دولت کا ایک حصہ قومی ضروریات کے لئے پیش کرے اور یہی تعلیم ہر مذہب نے دی ہے۔ ...... ہم اہل ملک سے اپیل کرتے ہیں کہ گرانی کی وجہ سے جو مصائب غریبوں کو آج کل پیش آرہے ہیں ان کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے دست خیر کو بڑھائیں۔"

اس سلسلہ میں گزشتہ ہفتہ انجمن انسداد قلت و گرانی اجناس کے زیر اہتمام ایک جلسہ عام ریڈی کی ہاسٹل میں منعقد ہوا تھا جس کا افتتاح مولانا ابو سعید بادشاہ حسینی صاحب نے فرمایا۔ اس جلسہ کی روئداد بہت امید افزا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ انجمن کی اسکیم مقبولیت حاصل کر رہی ہے چنانچہ جب اس جلسہ میں چندے کی اپیل کی گئی تو (۱۵۰۰۰) روپے اسی وقت جمع ہوگئے۔ ہمیں توقع ہے کہ ملک کے خوش حال افراد اور طبقے انجمن کی اسکیم کو کامیاب بنانے میں کامل تعاون کریں گے اور ملک کو گرانی کی مصیبت سے نجات دلائیں گے۔

خود فریبی

بعض لوگ دوسروں کو دھوکا دینے کے عادی ہوتے ہیں۔ بعض اپنے سے زیادہ ہوشیار آدمی سے دھوکا کھا جاتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں جو خود کو دھوکا دیتے ہیں اور اس خود فریبی میں برسوں مبتلا رہتے ہیں۔ نوع انسان کے اس آخر الذکر گروہ کی نسبت ہم چند خیالات کا اظہار کرنا چاہتے ہیں۔

خود فریبی کی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں بعض بددیانت عہدہ دار یقین رکھتے ہیں کہ ان کی بددیانتی عوام کی نظروں سے پوشیدہ ہے حالانکہ واقعہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ اس طرح یہ عہدہ دار اپنے آپ کو فریب دیتے ہیں کہ عوام ان کے کرتوت سے ناواقف ہیں۔

بعض پبلک کارکن اپنی قیادت سے ذاتی فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں لیکن یہ سمجھتے ہیں کہ اس بھید سے ان کے سوا کوئی اور واقف نہیں۔ حالانکہ ان کی حرکات کو سمجھنے والوں کی تعداد کافی ہوتی ہے۔ ایسے لیڈر خود فریبی کے جال میں پھنسے رہتے ہیں۔

بعض طالب علموں کو یہ دھوکا ہوجاتا ہے کہ وہ بڑے ذہین اور ہوشیار ہیں۔ اس دھوکے میں نہ وہ کافی محنت کرتے ہیں اور نہ اخذ معلومات کی کوشش۔ نتیجہ کے وقت ان کی آنکھ کھلتی ہے اور انہیں اپنی خود فریبی کا احساس ہونے لگتا ہے۔

بعض ایڈیٹر اپنے آپ کو یہ دھوکا دیتے ہیں کہ ان کے گرد و پیش جو اچھائیاں پائی جاتی ہیں ان کا باعث ایڈیٹر کا قلم ہے اور جو برائیاں رکی ہوئی ہیں وہ محض ان کی سرزنش کے خوف سے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہوتا ہے کہ رفتار زمانہ پر ایڈیٹر مذکور کی تحریرات بہت کم اثر انداز ہوتی ہیں۔ بعض دفعہ ہمارے نفس نے بھی ہمیں یہ دھوکا دیا کہ اگر کسی امر خاص پر ہم قلم اٹھائیں گے تو شاید اصلاح کی کوئی صورت نکل آئے گی مضمون شائع ہوا اور ایک ہفتہ تک گرمی محفل کا موضوع بنا رہا اور اس کے بعد بقول شخصے صورت حال بحال رہی۔ یہ ہماری خود فریبی تھی اور خدا کا فضل ہے کہ اب ہم اس کیفیت سے نکل آگئے۔

خود فریبی کی اور مثالیں سنئے۔ بعض مقرر خود اپنی آواز سن کر وجد میں آنے لگتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ساری دنیا وجد کر رہی ہے اور بار بار اپنی آواز سنانے کے متمنی رہتے ہیں۔

بعض خواتین اپنی لیاقت یا حسن کے متعلق خود فریبی میں مبتلا رہتی ہیں۔ اور خود فریبی اکثر شعرا کا طرۂ امتیاز رہی ہے۔

اگر انسان گاہے ماہے تنہائی میں سوچا کرے کہ اپنی ذات سے اس کا حسن ظن کس حد تک حق بجانب ہے۔ تو اکثر خرابیوں کی اصلاح ہوجائے گی۔

اس ضمن میں تاریخ اسلام کے ایک اہم واقعہ کا تذکرہ بے محل نہ ہوگا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کسی مشہور یہودی عالم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ مومن کی کیا تعریف ہے۔ امیر المومنین نے برجستہ جواب دیا کہ مومن وہ ہے جو نہ دھوکا دے اور نہ دھوکا کھائے۔ ساتھ ہی ساتھ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ دھوکا نہ دینا آسان ہے لیکن دھوکا نہ کھانا مشکل ہے۔

سیاست نام ہے دھوکا نہ کھانے کا۔ جو شخص اپنے نفس کے دھوکے سے نہ بچ سکے وہ میدان سیاست کے لئے موزوں نہیں۔

مزدوروں کے مصارف زندگی کی تحقیقات

حیدرآباد ۲۰ جون۔ سررشتہ معلومات عامہ کا ایک اعلامیہ مظہر ہے کہ حضرت اقدس و اعلیٰ نے از راہ کرم گستری حیدرآباد کے شہری مزدوروں کے مصارف زندگی کے متعلق بعض مراکز پر حقیقی اعداد و شمار معلوم کرنے کی ایک اسکیم کی منظوری عطا فرمائی ہے جس پر سالانہ (۵۹۱۲) روپیہ کے متوالی اور (۳۳۲۵۰) روپیہ کے غیر متوالی مصارف ہوں گے۔ اس اسکیم کے تحت شہر حیدرآباد و سکندرآباد، گلبرگہ، ورنگل، نظام آباد، ناندیڑ اور جگتیال کے مراکز پر تحقیقات ہوں گی۔

اس اسکیم کے دو مقاصد ہیں ایک یہ کہ روپیہ کی قوت خرید میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ اجرتوں میں تغیر و تبدل کا اندازہ کیا جائے تاکہ حقیقی اجرتوں کا تعین ہوسکے اور دوسرے یہ کہ خوردہ فروشی اجرتوں میں ہونے والی تبدیلیوں کا اندازہ کیا جائے۔ جو مسائل اس اسکیم کے تحت حل ہوں گے وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) اجناس اور وہ اشیاء جن کے تعلق سے قیمتوں کا معیار معلوم کیا جائے۔ (۲) قیمتوں کے اعداد معلوم کرنے کا طریقہ وہ مقام جہاں کے حالات کا مطالعہ کیا جائے۔ (۳) جن اصول پر قیمتوں کے اعداد معلوم کئے جائیں ان پر ایک ترتیبی فہرست مرتب کی جائے جس پر حقیقی مصارف زندگی کا دار و مدار ہو۔

اس تحقیقات کا طریقہ یہ ہوگا کہ استفسارات کے ذریعہ ایک مقررہ سوال نامہ کے ساتھ تربیت یافتہ اعداد کار خاندانوں کی آمد و خرچ کے موازنے معلوم کریں گے۔ قیمتوں کے اعداد و شمار کی حد تک ان مقامات پر جہاں منتخبہ اجناس کی جلد فروشی اور کسی خاندان کے کام اور اس کی آمدنی کے اعداد معلوم ہوں باہمی تعلق معلوم کیا جائے گا۔ ساتھ ہی اہم اجناس کی آمدنی قیمتیں بھی معلوم کی جائیں گی۔ اس ابتدائی کام کی تکمیل کے بعد جن کے تحت مصارف کی تحقیقات کی جائے ان کے تعلق سے روپیہ کی قوت خرید میں تبدیلی کے جدول مرتب کئے جائیں گے۔ حیدرآباد اور سکندرآباد کے شہروں میں ابتدائی تجربہ کے طور پر چھوٹے پیمانہ پر ایک تحقیقات ہوچکی ہے۔ (ا۔ پ)

ہندوستان کا فوجی وائسرائے

ہندوستان کے وائسرائے کا تقرر ہمیشہ پبلک دلچسپیوں کا مرکز بنا رہا ہے اگرچہ اب وہ زمانہ نہیں رہا جبکہ وائسرائے کی شخصیت پالیسی کے اختلافات کا باعث ہوتی تھی۔ یہ عہدہ اس لئے پبلک دلچسپیوں کا مرکز ہے کہ جو شخصیت اس پر فائز ہوتی ہے وہ چالیس کروڑ انسانوں پر حکومت کرتی ہے۔

آج جنگ سے پیدا شدہ مخصوص حالات اور موجودہ سیاسی صورت حال نے وائسرائے کے عہدہ کی اہمیت میں بہت اضافہ کر دیا ہے۔ عصر جدید کی جنگ میں کامیابی کا انحصار نہ صرف فوجوں پر ہوتا ہے بلکہ اس امر پر بھی ہوتا ہے کہ ملک کے تمام وسائل کو کام میں لایا جائے۔ ملک کے وسائل کو کام میں لانے کا تعلق عوام کے جذبات سے بھی ہوتا ہے۔ اس لئے سیاسیات اور بعض مسائل جنگ کے تزویراتی ... میں اس کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے جبکہ قرائن سے یہ ظاہر ہو رہا ہو کہ مشرق میں دشمن کے خلاف ہندوستان کو مرکز بنا کر اقدام کیا جائے گا۔ جنگ سے قطع نظر خود ملک کے اندرونی حالات وائسرائے کی شخصیت میں اہمیت پیدا کرتے ہیں۔

شخصیت کا اثر

موجودہ صورت میں مسٹر چرچل کی ... شخصیت کے باوجود پالیسی کی تشکیل میں وائسرائے کا بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔ اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ حکومت برطانیہ، کانگریس اور مسلم لیگ کی روش سے قطع نظر موجودہ وائسرائے لارڈ لنلتھگو کی شخصیت کو سیاسی صورت حال سے بڑا تعلق رہا ہے۔ یہ دوران نہیں رہے کہ لارڈ لنلتھگو کو ایک سے زیادہ مرتبہ توسیع دی گئی۔ وہ اپریل ۱۹۳۶ء میں ہندوستان آئے اور جب وہ اس سال اکتوبر میں اپنے عہدہ کا چارج دیں گے تو ان کی مدت ساڑھے سات سال ہوگی۔

ہر شخص یہ جاننا چاہتا ہے کہ لارڈ لنلتھگو کے جانشین کی حیثیت سے فیلڈ مارشل سر آرچیبالڈ ویول کا تقرر ہندوستان کی صورت حال میں کوئی تبدیلی پیدا کرے گا؟ یعنے کیا ہندوستان کی سیاسی صورت حال میں کوئی تبدیلی ہوگی اور جاپانی خطرہ کو ایشیا سے بالعموم اور ہندوستان کی سرحدوں سے بالخصوص دور کرنے میں ملک کیا حصہ لے گا۔ یہ سوال ہر سوچنے والے ہندوستانی کے دماغ میں پیدا ہوا اور اس کے مختلف جوابات دئے گئے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ ہندوستان کے ... نے آئندہ وائسرائے کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ اکثر اخباروں نے فوجی آمریت کے قیام کا اندیشہ ظاہر کیا کیونکہ نظم و نسق کے ایک بڑے ہی عہدہ پر ایک فوجی کا تقرر کیا گیا ہے۔

مبہم توقعات

بہرحال ایک چھوٹا سا طبقہ اس مفروضہ کی بنا پر اس تبدیلی کا خیر مقدم کر رہا ہے کہ ایک سپاہی سیدھا اور عملی ہوتا ہے۔ اس سے ہندوستان کی صورت حال سے نپٹنے کا کوئی ایسا طریقہ دریافت کیا جائے گا جس سے سیول سروس کا طبقہ ناآشنا ہوتا ہے۔ یہ مکتب خیال یہ پیش قیاسی کر رہا ہے کہ سپاہیانہ انداز میں اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش ان الجھنوں کو رفع کر سکے گی جو سیاستدانوں نے پیدا کر دی ہیں۔ ہندوستان کے عام باشندوں کی اکثریت زیادہ رجائی نہیں۔ وہ سمجھ رہی ہے کہ مشکلات کا زمانہ آنے والا ہے اگرچہ ان کو یہ بھی توقع ہے کہ ایک نئی شخصیت ممکن ہے باعث خیر ہو۔ ان کو یہ بھی توقع ہے کہ ایک شخص جو عمر بھر سپاہی رہا ہو اور علمیت اور تہذیب کی مزید صفات کا حامل بھی ہو وہ صورت حال کے تقاضے کو بہتر طور پر سمجھ سکے گا۔ ہندوستان کے کمانڈر انچیف کی حیثیت سے فیلڈ مارشل ویول کو ان مزاحمتوں کا تجربہ ہوا ہوگا جو فوجوں کو پوری طرح متحرک کرنے اور مادی وسائل کو روبعمل لانے میں حائل تھیں۔ اب غالباً محسوس کیا جا رہا ہے کہ وہ وائسرائے کی حیثیت سے ان مزاحمتوں کو رفع کر سکیں گے۔

نئی کوشش

یہ توقع کی جا رہی ہے کہ زمانہ جنگ کا وائسرائے خاص کر ایک فوجی وائسرائے جس کے ذمہ اس فوجی اقدام کی مدد دینے کا کام سپرد ہو جو ایک زبردست دشمن کے خلاف کیا جانے والا ہے اندرونی مزاحمتوں کو رفع کرنے کی سعی اور تندہی کے ساتھ کوشش کرے گا۔ یہ امید ابھی مبہم اور غیر واضح ہے۔ یہ ایک معلوم اور مشہور بات ہے کہ جدید وائسرائے کمانڈر انچیف کی حیثیت سے لارڈ لنلتھگو کی مجلس عاملہ کا رکن تھا اور اس حیثیت سے حالیہ سیاسی پالیسی کی تشکیل میں شریک رہا۔ لہٰذا یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ فیلڈ مارشل ویول سے یہ توقع رکھنا بے سود ہے کہ وہ پالیسی میں کوئی تبدیلی کریں گے کیونکہ وہ ایگزیکیٹو کونسل کی رکنیت سے ترقی کر کے اس کونسل کے صدر بن رہے ہیں۔

تاہم بعض لوگ اس واقعہ کی طرف توجہ مبذول کر رہے ہیں کہ سر آرچیبالڈ ویول نے کرپس کی گفت و شنید میں حصہ لیا تھا۔ اکثر لوگ وثوق کے ساتھ مولانا ابوالکلام آزاد کی اس بحث خیز رائے کا حوالہ دیتے ہیں جو انہوں نے سر آرچیبالڈ ویول سے گفتگو کرنے کے بعد ظاہر کی تھی۔ صدر کانگریس نے کہا تھا کہ:

"انہوں نے مسٹر ... فورڈ کرپس کو یہ مشورہ دیا تھا کہ ہمیں جنرل ویول سے ملنا چاہئے کیونکہ وہ مسئلہ کے فنی پہلو کو سمجھ سکیں گے۔ محکمہ مدافعت کو ہندوستانی رکن کے حوالے کرنے کا سوال، لیکن حیرت ہے کہ کمانڈر انچیف سے ہماری پوری گفتگو میں جبکہ اس موقع پر دوسرے فوجی عہدہ دار بھی موجود تھے کسی فنی دشواری کی نسبت ایک لفظ نہیں کہا گیا بلکہ ساری گفتگو سیاسی مسائل پر مرکوز رہی۔ مجھے ایک لمحے کے لئے بھی یہ خیال نہیں گذرا کہ ہم (مولانا اور پنڈت نہرو) فنی ماہرین سے گفتگو کر رہے ہیں بلکہ ہم سیاسی ماہرین سے گفتگو کر رہے تھے۔"

واشنگٹن میں گفتگو

اس سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ کمانڈر انچیف نے محکمہ دفاع کی منتقلی کی نسبت فنی نہیں بلکہ سیاسی دشواریوں کی وضاحت کی۔ اور اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ ایسے شخص سے یہ ممکن نہیں کہ وہ ہندوستانیوں کے ہاتھ میں اقتدار کی حقیقی منتقلی کی تائید کرے۔ یہ بحث کی جاتی ہے کہ ایسی منتقلی کے بغیر ہندوستان کا سیاسی تعطل سیاسی جماعتوں کے اختلافات سے قطع نظر برقرار رہے گا اور صوبوں میں تمام جماعتوں کی وزارتیں قائم کرنے کی کوشش بھی اس تعطل کو دور نہ کر سکیں گی۔

تاہم رائے عامہ کا ایک چھوٹا سا طبقہ فیلڈ مارشل ویول کے تقرر کو اس کانفرنس کا نتیجہ تصور کرتا ہے جو واشنگٹن میں پریسیڈنٹ روزویلٹ اور برطانوی وزیر اعظم مسٹر چرچل کے مابین ہوئی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ واشنگٹن کانفرنس میں ہندوستان کا مسئلہ (فوجی اور سیاسی) زیر بحث رہا اور اس کانفرنس کے سامنے پر مسٹر ولیم فلپس کا اثر پڑا۔ اس لئے یہ سمجھا جا رہا ہے کہ مسٹر چرچل کو اس امر پر غور کرنے کی طرف مائل کیا گیا کہ ہندوستان کے مسئلہ کے حل کے لئے ایک نیا راستہ اختیار کرنا ضروری ہے اور اسی لئے فیلڈ مارشل ویول کا انتخاب کیا گیا۔

ہندوستان کا مستقبل جو کچھ بھی ہو یہ ظاہر ہے کہ صرف اس قدر پیشین قیاسی کی جا سکتی ہے کہ ساڑھے سات سال کے بعد ایک نئی شخصیت کی آمد کسی نہ کسی قسم کا تغیر ضرور پیدا کرے گی۔ (گیلنڈیرس۔ ٹائمز آف انڈیا)

آم

نشری تقریر جناب مسعود علی صاحب محوی

آم ہندوستان کا مشہور اور مخصوص میوہ ہے۔ جس طرح حجاز میں مدینہ منورہ اپنی کھجوروں، طائف اور شام اپنے انگوروں، انجیروں، اناروں اور کشمیر و کابل اپنے سیبوں، ناشپاتیوں اور اصفہان اپنے خربوزوں پر فخر و ناز کر سکتا ہے اسی طرح ہندوستان کو اپنے آم پر فخر و ناز کرنا زیبا ہے۔ اگرچہ آم بیرون ہند کے بعض جزائر اور سوڈان وغیرہ میں بھی پیدا ہوتا ہے مگر جو خوشبو، شادابی و لطافت ہندوستان کی آب و ہوا اس میں پیدا کر دیتی ہے وہ کہیں نہیں پیدا ہوتا۔ یہ ہندوستان کا قدیم اور مخصوص میوہ ہے اس کی قدامت تو اس سے ظاہر ہے کہ اس کا ذکر ہندوؤں کے قدیم شاستروں میں پایا جاتا ہے اور اس کا درخت متبرک اور اس کا پھل دیوتاؤں کا بھوگ سمجھا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے بنگال کے بعض آم بعض دیوتاؤں کے بھوگ بھی قرار دیئے گئے ہیں مثلاً کشن بھوگ، موہن بھوگ، گوپال بھوگ وغیرہ۔ ہندوؤں ہی پر منحصر نہیں ہندوستان میں جو قومیں آباد ہیں سب اس کے شیدائی اور اس کی تعریف و توصیف میں تر زبان ہیں۔ حضرت امیر خسرو فرماتے ہیں "نغز کو میوہ جنت نشان ہے تازہ و تر تحفہ ہندوستان" مرزا غالب جو آموں کے بڑے شیدائی اور بڑے ماہر تھے ایک نظم میں کہتے ہیں۔

صاحب شاخ و برگ و بار ہے آم
ناز پروردۂ بہار ہے آم
رونق کارگاہ برگ و نوا
نازش دودمان آب و ہوا
رہرو راہ خلد کا توشہ
طوبیٰ و سدرہ کا جگر گوشہ

سینکڑوں ہندو اور مسلمان شعراء نے اس پھل کو مختلف طریقوں سے سراہا ہے بخوف طوالت ان کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ ایک شاعر فرماتے ہیں "[illegible]" شمالی ہندوستان کی عام زبان میں مور کو مول اور کیری کو امبیا بھی کہتے ہیں۔

آم کو بعض لحاظ سے دنیا کے تمام میووں پر ترجیح حاصل ہے۔ انگور، کھجور، سیب وغیرہ کی بھی مختلف قسمیں اور مختلف رنگ و مختلف مزے ہوتے ہیں لیکن جو بین اور نمایاں فرق آم کی مختلف قسموں، قد و قامت، صورت شکل، رنگ و روغن، بو اور مزہ و ذائقہ میں پایا جاتا ہے وہ کسی میوہ کو نصیب نہیں۔ قد و قامت کو لیجئے دو ڈھائی تولے سے لیکر ڈھائی اور تین سیر تک پہنچ جاتا ہے۔ رنگ کو لیجئے سبز، سرخ، گلابی، زرد، چمپئی، کاہی، عنابی، دودھیا، مشکی کوئی رنگ ایسا نہیں جو اس میں نہ پایا جاتا ہو۔ شکل پر غور کیجئے لمبی، گول، چپٹی، ترکیلی، کسی میں انناس، کسی میں سنترہ، کسی میں گلاب، کسی میں بیلے، کسی میں زعفران اور کسی میں مشک و عنبر کی بو آپ محسوس کریں گے۔ بشرطیکہ آپ کی قوت شامہ حساس اور تیز ہو۔ علاوہ اس کے اس میوہ سے بعض مختلف اقسام کے مزیدار اور قابل تجارت مرکبات بن سکتے ہیں جو ہندوستان کے کسی دوسرے پھل سے نہیں بن سکتے ہیں اور سرکہ میں طرح طرح کے اچار، چٹنیاں، مربے، جیم، جیلی اور شربت بنائے جاتے ہیں۔ خام حالت میں اس کو چھیل کر اور چاکیں کر کے خشک کر لیتے ہیں جو سالنوں اور ترکاریوں کو ترشی دینے کے کام آتی ہیں۔ آبشورہ، میٹھا، ڈول سے مزیدار مشروب کا بھی جزو اعظم ہے۔ پختگی کی حالت میں خود اس کی قاشیں ڈبوں میں محفوظ کی جا سکتی ہیں۔ جو ایک مدت تک کارآمد ہو سکتی ہیں۔

آم غذائیت کے لحاظ سے بھی ہندوستان کے تمام میووں سے بڑھا ہوا ہے۔ ویدک اور یونانی اطباء قدیم زمانے سے اس کی بیحد صحت افزا خاصیتوں سے واقف اور اس کی تعریف اور توصیف میں تر زبان تھے۔ مگر اس کی کوشش نہیں کی گئی تھی کہ اس کے اجزا الگ الگ کر کے یہ بتایا جائے کہ وہ کون سے اجزا ہیں جو اس کی غذائیت کے ذمہ دار ہیں۔ سنہ ۱۹۲۳ء میں مسٹر بیری اور ڈرمونڈ نے نہایت تحقیق سے یہ امر دریافت کیا کہ آم وٹامین "اے" اور "سی" سے مالا مال ہے۔ اور اب اطبائے فرنگ بھی اس کے قائل ہو گئے ہیں کہ وہ بیحد مقوی، مسمن اور کامل غذا ہے۔ ایک جوان انسان کو جس قدر ان دونوں وٹامن کی روزانہ ضرورت ہوتی ہے وہ ایک آدھ پاؤ وزن کے اچھے آم میں موجود ہے۔

قدیم زمانہ میں صرف تخمی آموں کا رواج تھا۔ ہندوستان کے رہنے والے قلم اور پیوند کے فن سے محض ناآشنا تھے۔ ہندوستان کے مسلمان فاتح ایسے ممالک کے رہنے والے تھے جو عمدہ اور بہترین میووں کے لئے مشہور ہیں۔ وہ ہر قسم کے میووں کے شائق اور دلدادہ تھے وہی اپنے ساتھ بہت سی اصلاحوں اور ترقیوں کے قلم اور پیوند کا فن ہندوستان میں لائے۔ اور دہلی، لاہور، کشمیر وغیرہ میں ہزاروں باغ نصب اور قائم کئے جن کے دھندلے اور مٹے ہوئے نشانات اب تک ان شہروں میں پائے جاتے ہیں۔ ہندوستان میں آموں کا زمانہ لطف اور جوش کا زمانہ ہوتا ہے۔ جاڑوں کے ختم ہو جانے کے بعد ملک کے جن جن حصوں میں گرمی شروع ہو جاتی ہے آم کے درختوں میں پھول آنے لگتا ہے جس کی بھینی بھینی اور نفیس خوشبو سے باغوں کی فضا مہک اٹھتی ہے۔ کوئل اور پپیہا مست ہو کر بولنے لگتے ہیں اور ان کی دل آویز صداؤں سے باغ اور جنگل گونجتے رہتے ہیں۔ ملک کے جن حصوں میں آم عین برسات میں مراد پر آتا اور تیار ہوتا ہے وہاں کے زندہ دل لوگ اس سے بڑا لطف اٹھاتے ہیں۔ باغوں میں جھولے ڈلواتے ہیں۔ جلسے جلوس کرتے ہیں۔ دعوتیں ہوتی ہیں۔ دوست احباب جمع ہوتے ہیں اور زندگی اور زندہ دلی کی داد دیتے ہیں۔ پچاس ساٹھ سال پہلے تخمی آموں کا زیادہ رواج تھا اور جو جلسے باغوں میں ہوتے تھے ان میں وہی کھائے جاتے تھے۔ اچھے کھانے والے ایک داڑھی دو داڑھی کھانے کا دعوے کرتے تھے۔ جس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ اتنے آم کھا سکتے ہیں جن کی گٹھلیاں اور چھلکے جو سامنے جمع ہوتے رہیں وہ داڑھی تک پہنچ جائیں۔ اب نہ وہ داڑھیاں رہیں نہ وہ آم رہے اور نہ وہ کھانے والے رہے۔ اب تو ایک اہم سوال ہو گیا ہے جس پر چند سال قبل ٹائمس آف انڈیا میں متواتر مضامین نکلتے رہے۔

یوں تو ہندوستان کے ہر حصے میں کم و بیش آم پیدا ہوتا ہے مگر اس کے بعض بعض صوبے اور اس کے بعض بعض شہر اور قصبے آم کی فراوانی اور عمدگی کے لئے مشہور ہیں شمالی ہندوستان میں بنگال اور بہار اور اس کے شہر مالدہ، کلکتہ، مرشد آباد اور بنگ، صوبہ جات متحدہ (آگرہ اور اودھ) کے شہر اور قصبوں میں لکھنؤ، ملیح آباد، شاہ آباد، بنارس، بہار، بلند شہر، کیرانہ وغیرہ خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ اسی طرح دکن میں بمبئی، گوا، رتناگری، بنگلور، سیلم، حیدرآباد، میسور وغیرہ آموں کے معدن سمجھے جاتے ہیں۔ ان دونوں حصوں کے خانگی باغات کے بعض اور نایاب اقسام سے قطع نظر کر کے جو عموماً بازار میں فروخت کے لئے نہیں آتے شمالی ہندوستان کے مشہور اور معروف آم بمبئی، لنگڑا، سفیدہ، دسہری، کشن بھوگ، ثمر بہشت، تیموریہ، نوری اور کچری ہے۔ کچری نسبتاً جدید آم ہے۔ اودھ کے لوگوں کا دعوے ہے کہ اس کا مقابلہ ہندوستان بھر میں کوئی آم نہیں کر سکتا۔ اس ادعا کو تسلیم کرنا تو دشوار ہے مگر اس میں شک نہیں کہ یہ آم ان تمام اوصاف سے متصف ہے جو ایک عمدہ آم میں پائے جانے چاہئیں۔ جنوبی ہندوستان کے مشہور و معروف اور عمدہ آموں میں الفنس (جو ہاپس یا دالی اور پند کے ناموں سے بھی موسوم کیا جاتا ہے)، گوا، پائیری، بے نشان، جہانگیر، حمایت، پسند، مرغوبہ، مرشد آبادی، فخر الثمر، کالی پری وغیرہ ہیں۔ اس امر کا فیصلہ کہ شمالی اقسام بہتر ہیں یا جنوبی نہایت مشکل بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ایک محال امر ہے۔ چند سال قبل بمبئی میں آموں کی ایک بڑے پیمانہ پر نمائش کی گئی تھی جس میں ہندوستان کے تمام مرکزی باغوں کے بہتر پھل لائے گئے تھے اور وہ ہر حصہ کے عمدہ آم اپنے ساتھ لائے تھے۔ اس نمائش کی کمیٹی نے یہ قرار دیا کہ الفنس آموں کا بادشاہ ہے۔ مگر خان بہادر شمس العلماء امداد امام مرحوم جو ہمارے خیال میں بڑا شوق اور تجربہ رکھتے تھے خود ایک کمیٹی بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ تھے

بقیہ سامنے صفحہ ۔۔

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

"ترجمان ملت" کی رائے ہے کہ نفع اندوزی اخلاقاً ناجائز ہے اور زائد نفع اندوزی پر ٹیکس عائد کرنا بھی اخلاقاً ناجائز ہے۔

مگر ہماری رائے یہ ہے کہ سینما کے اخلاق سوز اور جنسی اور ذیات کے ہیجان انگیز اشتہارات شائع کر کے من مانے اُجرت وصول کرنا اخلاقاً جائز ہے۔ اور غربا کا نام لے کر سرمایہ داروں کی تائید کرنا نہ صرف اخلاقاً بلکہ مذہباً بھی جائز ہے۔

مجلس اتحاد المسلمین کی صوبہ داری کانفرنس منعقدہ رائچور کے خطبۂ صدارت کو اگر ترجمان ملت مسٹر یاسین زبیری سے منسوب نہ کرتا تو ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے کہ یہ خطبہ قائد ملت کا لکھا ہوا ہے۔ اسلوب بیان، الفاظ کی نشست سبھی کی جھلک قائدانہ شان کا پتہ دیتی ہیں۔ مسٹر یاسین قیادت کے دعویدار تو نہیں بن رہے ہیں؟

قائد ملت ہوشیار باش

اسی خطبۂ صدارت میں مسٹر یاسین زبیری فرماتے ہیں کہ:

"ہماری قومی زندگی کا سب سے اہم واقعہ قائد ملت کی اپنے خطابات اور جاگیرات سے دست برداری ہے۔"

ہماری رائے میں اس واقعہ کو زیادہ اہمیت دینا مناسب نہیں۔ کیا عجب کہ چند ہی روز میں ہماری "قومی زندگی" کی تاریخ سے اس واقعہ کو حرف غلط کی طرح مٹا دیا جائے اور خطاب و جاگیر کی بازیابی کی تمنا اور کوشش بار آور ہوں۔ اتنے بڑے ایثار کا کچھ تو صلہ ضرور ملنا چاہئے۔ سچ کہا تھا کسی شاعر نے:

دنیا کا سودا نقد ہے

اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے

تقرر کا ایک معیار یہ بھی ہونا چاہئے کہ:

"کبھی سے ان کو غلط خدا نما کہیں۔"

(مسٹر یاسین زبیری)

صرف تقرر کا ہی مقررشدہ عہدہ داروں کو اس معیار سے کیوں نہ جانچا جائے؟ کیا یہ ہی وجہ تھی کہ قائد ملت نے اصلاح نظم و نسق اور انسداد رشوت ستانی کے اہم مسائل پر نے تعلم دان وزارت میں شامل فرما لیا تھا۔

حیدرآباد کی دنیا سوچ رہی ہے کہ یہ قلمدان ہی کب تک بند رہے گا!

مولوی میر لائق علی صاحب صدر چیمبر آف کامرس حیدرآباد و منیجنگ ڈائرکٹر ٹرانسپورٹ کمپنی نے ایک طویل یادداشت کے ذریعہ حکومت اور اہل ملک کو یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ اس ہولناک گرانی اور عام پریشانی کے زمانہ میں نادار طبقوں کو تھوڑی بہت مدد کرنا سرمایہ داروں کو نقصان پہنچانا ہے۔ اس یادداشت کو جب احباب کی ایک محفل میں پڑھا گیا تو سبھوں نے بے ساختہ اور بہ یک زبان کہا کہ:

"سرمایہ دار آخر سرمایہ دار ہی ہے۔"

اس یادداشت میں مولوی لائق علی صاحب فرماتے ہیں کہ

"یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ دوسرے صوبوں کے مقابلہ میں حیدرآباد کی فضا تجارتی طبقہ کے لئے کہیں زیادہ خوشگوار ہے ...... اگر کسی وجہ سے یہ فضا شکوک اور بے اعتمادی سے تبدیل ہو جائے تو ملک کے لئے یہ ایک ناقابل تلافی نقصان ہو گا۔"

ہم سمجھتے تھے کہ مولوی میر لائق علی صاحب محض ایک کاروباری آدمی ہیں لیکن اقتباس بالا میں جس انداز سے حکومت کو دھمکی دی گئی ہے اس سے ایک قائدانہ شان ٹپکتی ہے۔

مولوی میر لائق علی صاحب کی طویل یادداشت کا نچوڑ یہ ہے کہ حیدرآباد کے سرمایہ داروں نے اہل ملک کو ابھی نہیں لوٹا جتنا کہ برٹش انڈیا کے تاجر لوٹ رہے ہیں۔ اس لئے حیدرآباد کے تاجروں کو مہلت دی جائے کہ وہ برٹش انڈیا کے سرمایہ داروں کے معیار تک پہنچ جائیں۔ اس استدلال کا لب لباب یہ ہے کہ حیدرآباد کی رعایا کو ایک طویل مدت کے لئے سرمایہ داروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے۔

دستان کو اس کی غرض کہاں سے کہاں لے جاتی ہے

حیدرآباد کا تجارت پیشہ طبقہ ان مشکلات سے ناواقف اور بے حس نہیں جن کا اس پر آشوب زمانہ میں ملک کو سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ (مولوی میر لائق علی صاحب)

اسی احساس کا نتیجہ ہے کہ بازار سے پیچھے کروڑ کے سکے غائب ہو گئے۔ اجناس کے ذخائر مخفی رکھے گئے اور ان سے نفع اندوزی کی گئی۔ ہمارا ارادہ ہے کہ بعد ختم جنگ نفسیات احساس کے اس انقلاب انگیز نظریہ پر ایک مقالہ لکھ کر یورپ کی کسی جامعہ میں پیش کریں اور علمی دنیا میں ایک ہنگامہ برپا کر دیں۔

مسٹر قمر طیب جی صدر ال انڈیا مسلم لیگ اسٹیشن ایک صحافتی بیان میں فرماتے ہیں۔

"(۱) ٹیکس زائد نفع اندوزی نہ صرف ایک مبنی بر انصاف تجویز ہے بلکہ وقت کی قطعی ضرورت ہے۔

(۲) یہ ٹیکس معمولی منافعوں پر عائد نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ ایسے منافعوں پر عائد ہو رہا ہے جو بجز جنگ کے کسی دوسری صورت میں حاصل نہ ہوتے۔

(۳) بدقسمتی سے اس ملک میں بھی دوسرے مقامات کی طرح کاروباری حلقوں کا ہمیشہ ایک طبقہ ایسا ہوتا ہے کہ جو حکومت کی طرف سے لائی ہوئی ہر اصلاحی تدبیر اور فلاح عامہ کی قانون سازی کے خلاف اصول کے نام سے مخالفت کرتا ہے۔"

مولوی لائق علی صاحب سمجھ لیجئے ہو گا۔

مسٹر سراج الحسن ترمذی ایک صحافتی بیان میں فرماتے ہیں کہ۔

"میں نہیں سمجھ سکا کہ اس ٹیکس (محصول زائد نفع اندوزی) کو اولیت دیتے ہوئے انکم ٹیکس کو کیوں پس پشت ڈال دیا۔ حالانکہ موخر الذکر اصولی نقطۂ نظر سے اول الذکر سے قبل آنا چاہئے۔"

اگر یہ بھی بتا دیا جاتا تو کیا مضائقہ تھا کہ انکم ٹیکس پہلے اور محصول زائد نفع اندوزی بعد عائد کرنے کے سوال پر مسٹر ترمذی کی ... کیا ہے ... اور اس نظریہ کا موجد کون ہے۔

اخبار مملکت کے ملنے کے پتے

تحریک اتحاد عربی

قاہرہ۔ فواد پاشا صدر اتحاد عربی نے ہز ایکسلنسی مصطفیٰ النحاس پاشا وزیر اعظم مصر اور احمد حسین پاشا صدر دیوان شاہی کے مشورہ سے حامیان اتحاد عرب کی رہنمائی کے لئے مندرجہ ذیل بیان شائع کیا ہے۔

مشرقی عرب کے باشندوں نے سب سے پہلے وحدت عربیہ کا تخیل گزشتہ جنگ عظیم سے قبل پیش کیا تھا جو سیاسی حالات کی بناء پر کبھی زور پکڑ جاتا اور کبھی دب جاتا۔ اب تک اس تخیل نے مختلف نوعیتیں اختیار کیں۔ موتمر خلافت میں جو ۱۹۲۶ء میں بمقام قاہرہ مسائل خلافت پر غور کرنے کے لئے منعقد ہوئی تھی۔ وحدت عربیہ کا معاملہ زور پکڑتا چلا گیا۔ اس کے بعد موتمر عربی منعقدہ لندن میں بھی اتحاد عرب کا مسئلہ زیر بحث رہا۔ میں ایک زمانہ میں مجلس ادارۂ رابطہ شرقیہ کا ممبر تھا جس کی غرض و غایت یہ تھی کہ مشرقی اقوام میں یکجہتی اور یگانگت پیدا کی جائے اگرچہ وہ مجلس اپنے مقاصد میں کامیاب ہوگئی اور ۱۹۳۲ء میں اس کا کام بند ہوگیا تھا لیکن اس کے بعد بھی کچھ ایسے لوگ تھے جو اس مسئلہ پر غور کرتے رہتے تھے اور کچھ ایسے لوگ تھے جو اس کا تحریری پروپگنڈہ کرتے رہتے تھے۔ رابطہ شرقیہ کا کام بند ہو جانے کے بعد بھی مسئلہ میرے پیش نظر رہا اور اتفاق سے مجھ کو بلاد عربیہ کا دورہ کرنے کا موقع ملا جس کی وجہ سے اس معاملہ میں میرا جوش اور ولولہ روز افزوں ترقی پذیر رہا یہاں تک کہ تقریباً دو سال قبل ۱۹۴۳ء میں میں نے دوبارہ رابطہ شرقیہ کا احیاء کرنا چاہا لیکن میں نے یہ محسوس کیا کہ مجلس ادارۂ رابطہ شرقیہ کے پچھلے ممبروں کا جوش عمل سرد پڑ چکا ہے اور اس مسئلہ سے کوئی خاص دلچسپی باقی نہیں رہی۔

اخبار المقطم کی اشاعت مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۴۱ء میں ایک مضمون شائع ہوا جس میں عرب اقوام کے اتحاد پر زور دیا گیا تھا۔ اس کے بعد اتفاقاً ستمبر ۱۹۴۲ء میں دوسرا بیان اتحاد عرب کی حمایت میں شائع ہوا۔ اگرچہ قدیم تحریک اتحاد سے مسٹر ایڈن وزیر خارجہ انگلستان کے بیانات کو کوئی تعلق نہ تھا۔ لیکن ان بیانات نے اس تحریک میں روح عمل پھونک دی۔

وحدت لسانی

موجودہ تحریک اتحاد کی بنیاد وحدت لسانی (ایک زبان ہونے) پر قائم ہے اور اس لئے ہم نے ان قوموں کو دعوت اتحاد دی ہے جو عربی بولتی ہیں خواہ وہ مسلمان ہوں یا عیسائی۔ ان میں حسب ذیل ممالک شامل ہیں۔ مصر، سوڈان، جزیرۃ العرب، عراق، شام، لبنان، فلسطین، شمالی افریقہ اور تمام وہ مقامات جہاں عربی بولی جاتی ہے چونکہ ہم نے وحدت لسانی کو اپنی بنیاد قرار دیا ہے لہذا اس تحریک کے سلسلہ میں ہمارا روئے سخن ان مشرقی مسلمان بھائیوں کی طرف نہیں ہے جو دوسری زبانیں بولتے ہیں۔ مثلاً ایرانی، افغانی اور ترکی وغیرہ اس مسئلہ کو خلافت اسلامیہ کی تاسیس سے فی الحال کوئی تعلق نہ ہوگا کیونکہ موجودہ زمانہ میں کوئی عرب طاقت اس کی ذمہ داریاں برداشت نہیں کرسکتی۔

میرے نزدیک یہ تحریک اس وقت تک عملی جامہ نہیں پہن سکتی تھی جب تک کہ ایک بین الاقوامی نظام نہ تیار کر لیا جاتا۔ چنانچہ میں نے قاہرہ کمیٹی کی میٹنگ میں یہ تجویز پیش کی جس میں تقریباً چار ہزار بیرونی کمیٹیوں کے دو سو نمائندے شریک تھے جنہوں نے میرے اس خیال کو تسلیم کیا۔ یہ بھی طے پایا کہ ہر کمیٹی اپنا لائحہ عمل خود مرتب کرے بشرطیکہ وہ مرکزی لائحہ عمل سے ٹکراتا ہو۔ شہر قاہرہ کی اس میٹنگ میں ہم نے اپنے بھائیوں کو دعوت اتحاد دی اور مصر کے اہل الرائے حضرات نے میری اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے ۲۵ مارچ ۱۹۴۳ء کو مندرجہ ذیل اصول پیش کئے (اتحاد عربی کے اصول اور اغراض)

دفعہ (۱) ممالک عربیہ کے آپس کے روابط اور تعلقات کو مضبوط اور مستحکم کرنا اور ان کے حقوق کی حفاظت کرنا ممالک عربیہ میں مصر، سوڈان، جزیرۃ العرب، عراق، شام، لبنان، فلسطین، شرق الاردن، شمالی افریقہ اور وہ تمام ممالک شامل ہیں جہاں عربی بولی جاتی ہے۔ دفعہ (۲) مذکورہ بالا ممالک میں ایسی انجمنوں کی تشکیل کرنا جو مندرجہ بالا اغراض کے لئے قانونی طور پر جد و جہد کریں۔ دفعہ (۳) اتحاد عرب کے لئے ایک لائحہ عمل مرتب کیا جائے جو عمومی حیثیت سے سب جگہ نافذ ہوسکے دفعہ (۴) ہر کمیٹی مقامی حالات اور ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنا لائحہ عمل علحدہ مرتب کرسکتی ہے بشرطیکہ وہ عام لائحہ عمل سے نہ ٹکرائے۔

انجمن انسداد قلت و گرانی اجناس کا جلسہ عام

”مرکزی مجلس اغذیہ فوراً قائم کی جائے گی“

حیدرآباد ۲۰ امرداد۔ انجمن انسداد قلت و گرانی اجناس نے ملک کی غذائی صورت حال کا تجزیہ کرنے اور غریبوں و حاجت مندوں کی تمام امکانی امداد کے طریقوں پر غور کرنے باشندگان حیدرآباد کا ایک جلسہ عام آج شام کے ۶ بجے ریڈی ہاسٹل کلباغ میں طلب کیا تھا۔ اس امدادی جلسہ کا افتتاح مولانا سید محمد پاشا قادری صاحب معتمد مجلس علمائے دکن نے فرمایا جلسہ کی صدارت راجہ بہادر وینکٹ راما ریڈی او بی ای نے فرمائی مسٹر بی رام کشن راؤ بی اے ایل ایل بی نے ایک قرارداد پیش کرتے ہوئے انجمن انسداد قلت و گرانی اجناس کے مقاصد اور طریق کار کی وضاحت کی۔ دیگر مقررین میں مولوی قاضی عبدالغفار صاحب مدیر پیام، نواب دوست محمد خان صاحب بہادر، مولانا سید شاہ ولی اللہ حسینی صاحب، صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ، مخدوم محی الدین صاحب، سیتا کماری صاحبہ، مرزا حسن صاحب ترمذی، مسٹر جاگیر مرکز نیشنل، سید عالم صاحب، مسٹر راما سوامی اور شیام سندر صاحب نے قرارداد کی تائید میں اردو انگریزی اور تلنگی زبانوں میں اظہار خیال کرتے ہوئے بیان کیا کہ غذا کا مسئلہ انسانی زندگی میں اہم ترین مسئلہ ہے۔ غذائی بحران کا مقتضا یہ ہے کہ تمام مکاتب خیال کے افراد ایک مرکز پر جمع ہوکر صورت حال پر قابو پانے کی تجاویز کو روبہ عمل لانے کے لئے سعی بلیغ کریں۔ مقررین نے اپنی تقریروں میں حیدرآباد کے ذکور و اناث کی تمام انجمنوں اور اصحاب ثروت سے اپیل کی کہ وہ انجمن انسداد قلت و گرانی اجناس کی مساعی میں قدمے درمے قدمے اور سخنے مدد دے کر انسانی ہمدردی کا ثبوت دیں۔

منظورہ قرارداد

راجہ بہادر وینکٹ راما ریڈی نے مقررین کی تقریروں پر تبصرہ کرنے کے بعد حسب ذیل بالاتفاق آراء منظور شدہ قرارداد کا اعلان کیا۔

”باشندگان حیدرآباد کا یہ جلسہ عام غرباء اور مصیبت زدہ شہریوں کی امداد کرنے کے متعلق انجمن انسداد قلت و گرانی اجناس کی ان تجاویز کو مفید اور ضروری تصور کرتا ہے جو شائع کی جاچکی ہیں اور تمام مطالبات کی تائید کرتا ہے جو انجمن نے قلت و گرانی کی شدت کو کم کرنے کی نسبت حکومت سرکار عالی کی خدمت میں پیش کئے ہیں۔ یہ جلسہ مجلس ذخائر اندوزی کے متعلق حکومت کی حالیہ تجاویز کا خیر مقدم کرتا ہے اور امید کرتا ہے کہ حکومت سرکار عالی تجارتی طبقہ کی مناسب امداد سے غرباء کی امداد کرنے کے اصول کو جسے قبول کرچکی ہے مزید وسعت دے گی اور یہ کہ اس رقم کے خرچ کرنے میں جو مذکورہ طبقہ سے حاصل ہوگی سرکاری نگرانی کی جائے تاکہ وہ رقم حقیقی غرباء کے حقیقی مفاد پر خرچ کی جائے۔ اسی بناء پر یہ جلسہ عام ایک تجویز انجمن سے ہم آہنگ ہوکر اس مطالبہ پر بھی زور دیتا ہے کہ ایک ایسی مرکزی مجلس اغذیہ فوراً قائم کی جائے جس میں رائے عامہ کی موثر نمائندگی ہو اور جس کو انسداد گرانی اور انتظام اغذیہ کے پورے اختیارات حاصل ہوں۔

یہ جلسہ تمام غرباء کی امداد کے لئے انجمن کو فراہمی چندہ کا پورا اختیار دیتا ہے اور اہل ملک کے تمام طبقات سے اپیل کرتا ہے کہ وہ پورے جوش کے ساتھ انجمن کے اندر سرمایہ کی فراہمی میں امداد کریں۔“

عطایاد

مسٹر محمد علی موسوی معتمد انجمن انسداد قلت و گرانی اجناس نے مختلف اصحاب کے حسب ذیل چندوں کا اعلان کیا۔

نواب کمال یار جنگ بہادر (۵۰۰۰) روپے یکمشت راجہ صاحب ونپرتی (۲۰۰۰) روپے یکمشت نواب دوست محمد خان صاحب (۱۰۰۰) روپے یکمشت راجہ نرسنگ لال صاحب (۱۰۰۰) روپے یکمشت و (۳۰۰) روپے ماہانہ۔ نواب اکبر یار خان صاحب (۱۵۰) روپے

بقیہ سلسلہ صفحہ (۸)

آم

بقیہ سلسلہ صفحہ (۵)

ہوئے تھے اپنی کتاب الاثمار میں "اسمٰعیل بجری" کو تمام آموں کا بادشاہ قرار دیتے ہیں۔ اور ثمس الملک مرحوم دونوں کی رائے بجائے خود درست ہے صرف نقطۂ خیال کا فرق ہے۔ بمبئی کی کمپنی کے پیش نظر تجارت تھی کیونکہ تمام ہندوستان کے آموں میں ایسا ہی ایسا آم ہے جو اور بہت سی خوبیوں کے ساتھ ایسا ہے جو یورپ اور ممالک غیر میں بھیجا جا سکتا اور بغیر زیادہ بگڑے پہنچ سکتا اور فروخت ہو سکتا ہے۔ ثمس الملک مرحوم نے ذائقہ لطافت نفاست اور موسم تک قائم رہنے کا خیال کیا ہے جبکہ تمام آموں کی بہار ختم ہو جاتی ہے اور صرف یہی ایک آم بازار میں رہ جاتا ہے۔ شمالی اور جنوبی آموں کا مقابلہ جیسا کہ پہلے کہہ چکے ہیں تقریباً محال ہے اور اس کے چند اسباب ہیں۔ اول یہ کہ ان دونوں حصوں کے آم ایک وقت تیار ہو کر نہیں آتے جنوبی حصہ کے آم مہینہ ڈیڑھ مہینہ پہلے تیار ہو جاتے ہیں اس لئے ایک ساتھ انکا موازنہ نہیں ہو سکتا۔ دوسرے اس نازک پھل کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جانا خواہ کیسی ہی احتیاط کیوں نہ کی جائے اس کی شکل صورت بو باس اور ذائقہ میں عظیم تغیر پیدا کر دیتا ہے۔ اور مقابلہ اور موازنہ محال ہو جاتا ہے۔ ہم نے اپنے بعض شائق دوستوں کی فرمائش پر حیدرآباد میں اودھ کے بہترین آم اور لکھنؤ میں حیدرآباد کے چیدہ آم اسی غرض سے منگائے مگر ہر جگہ اور ہر بار میدان مقامی آموں کے ہاتھ رہا۔ یعنی باہر کے آئے ہوئے آم کبھی مقامی آموں سے نہ بڑھ سکے۔ اگرچہ دونوں حصوں کے آموں کا صحیح موازنہ اور مقابلہ نہیں ہو سکتا مگر جیسے بہترین کی جو دونوں حصوں کے آموں کی جانچ کر چکے ہیں اس رائے سے اتفاق کرنے میں کوئی تامل نہیں ہو سکتا کہ جنوبی حصہ کے آم قد و قامت اور پر مغز ہونے میں شمالی حصہ کے آموں سے بڑھے ہوئے ہیں اور لطافت نفاست اور ذائقہ میں شمالی حصہ کے آموں کو تفوق حاصل ہے۔

عمدہ اور نفیس آم کی خصوصیات یہ ہیں کہ وہ لذیذ خوش ذائقہ خوشبو پر مغز شاداب خوشرنگ بے ریشہ خوردہ تخم باریک اور مضبوط پوست متوسط قامت ہو۔ جو پھل قد و قامت میں اعتدال سے تجاوز ہو جاتے ہیں عموماً ان کے مزہ میں فرق آجاتا ہے۔

حیدرآباد کے خانگی اور خصوصاً سرکاری باغوں میں بہتر سے بہتر اور نفیس سے نفیس آم موجود ہیں مگر وہ عام طور سے دستیاب نہیں ہو سکتے جو آم فروخت کے لئے بازاروں میں آتے ہیں ان کی عمدہ قسمیں یہ ہیں۔ مرغوبہ۔ گوا۔ مرشد آبادی۔ افضل ثمر الثمر۔ گوا شریں۔ افضل الثمر وغیرہ۔ ممالک محروسہ میں خاص حیدرآباد کے علاوہ بعض مقامات اور بھی ایسے ہیں جو عمدہ آموں کے لئے مشہور ہیں مثلاً کوہیر بیدر وقار آباد عثمان آباد وغیرہ۔ حیدرآباد کے آموں کے تذکرہ میں مقرب جنگ اور علیم سلیمان فرنگتی مرحومین کا نام نہ لینا فی الحقیقت ایک قسم کی ناشکر گزاری ہے کیونکہ ان لوگوں نے مختلف قسم کے آموں کے درخت دور دراز مقامات سے بصرف کثیر منگائے اور اپنے باغوں میں نصب کئے ہیں جس سے حیدرآباد کے آموں کی عمدہ اقسام میں بیش بہا اضافہ ہو گیا ہے۔ مقرب جنگ مرحوم کی نسبت یہ کہنا کہ وہ آم کے شیدا اور عاشق تھے بالکل بے جا نہ ہو گا۔ آم کی فصل میں ان کا بیشتر وقت آموں کی دیکھ بھال رکھ رکھاؤ میں صرف ہوتا تھا۔ اور اس شغل سے ان کو آموں کے پہچاننے اور پرکھنے میں ایک خاص ملکہ ہو گیا تھا۔ ایک کیری کو دیکھ کر وہ یہ بتا دیتے تھے کہ پکنے پر اس میں کیا اچھائی اور کیا برائی ہو گی اور جو کچھ وہ بتاتے تھے وہ عام طور سے صحیح ثابت ہوتا تھا۔ لوگوں نے بارہا اس کا تجربہ کیا اور ان کی پرکھ کے قائل ہو گئے۔ انھوں نے جو اپنا اصلی باغ واقع قریب پہاڑی بابا شرف الدین علیہ الرحمۃ اعلیٰحضرت مرحوم کو نذر کر دینے کے بعد بشیر باغ کے محاذی خداداد باغ لگایا وہ بھی نایاب اور بے مثل آموں کا مخزن ہے۔ علیم سلیمان فرنگتی مرحوم نہ آم کے ماہر اور نہ شوق سے آم کھانے والے تھے مگر انھوں نے مقرب جنگ مرحوم ہی کی تائید اور مشورہ سے جو باغ نصب کیا وہ ایسا باغ ہے جس کے آم کوئن وکٹوریہ اور ایڈورڈ ہفتم کی میز اور امیر عبدالرحمان والی کابل کی دسترخوان کو زیب و زینت دے چکے ہیں۔

علیم سلیمان مرحوم کھانے پینے پہننے اوڑھنے میں جس قدر کفایت شعار تھے آموں کے کھلانے اور دینے میں اسی قدر فیاض اور کشادہ دل واقع ہوئے تھے تمام فصل میں حیدرآباد اور بیرون حیدرآباد ان کا کوئی ایسا دوست اور ملنے والا نہ تھا جس کے پاس متواتر اور مسلسل آموں کے پارسل نہ پہنچتے رہتے ہوں۔ ایک بار خان صاحب مرحوم نے دوران گفتگو میں مجھ سے پوچھا کہ کیا آپ بھی آم پسند کرتے ہیں میں نے کہا وہ کون ہے جو آم کو پسند نہ کرتا ہو۔ اس گفتگو پر ایک ہفتہ بھی نہ گزرا ہو گا کہ انھوں نے سترہ ہنڈیاں آموں سے بھری ہوئی بھجوائیں اور کہا کہ آپ کھائیے اور اپنے دوستوں میں تقسیم کیجئے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور بالآخر جو نہ کھائے گئے اور دوستوں میں تقسیم ہو سکے ان کے متعلق محلے کے بچوں اور عورتوں کو اجازت دیدی گئی کہ جو چاہے وہ اٹھا لیجائے اس طرح بمشکل وہ ختم ہوئے۔ افسوس اور بڑے افسوس کی بات ہے کہ خداداد باغ اور فرنگتی کا باغ دونوں اپنے بانیوں اور پالنے والوں کے مرجانے سے تباہی حالت میں ہیں۔ خداداد باغ کے عوض کر راجا پور میں ایک جدید باغ نہایت اہتمام اور کثیر صرف سے قائم کیا گیا ہے جس سے امید کی جا سکتی ہے کہ مقرب جنگ مرحوم کے سرمایہ کا کچھ حصہ زمانہ کی دستبرد سے بچ جائے گا فرنگتی کا باغ البتہ تباہی کی حالت میں ہے۔ اس کے بچنے کی یہی سبیل ہو سکتی ہے کہ امرائے حیدرآباد میں سے کوئی آموں کا دلدادہ امیر یا عمدہ قسم کے آموں کی اشاعت کی غرض سے کوئی جماعت اسے خریدے اور اس کی پرورش اور پرداخت کرے۔

حیدرآباد کے قدیم امراء اور اعزہ میں سیکڑوں ایسے اصحاب گزرے ہیں جو اس میوہ کے شائق اور قدردان تھے جن کے نصب کئے ہوئے اس وقت سیکڑوں باغات موجود ہیں اور پھل دے رہے ہیں مگر ہم کو ان کے ناموں اور حالات سے زیادہ واقفیت نہیں اس لئے اس کے متعلق کچھ عرض نہیں کر سکتے۔

یہ امر ظاہر ہے کہ اس وقت حیدرآباد میں اعلیٰحضرت بندگانِ عالی متعالی خلد اللہ ملکہ سے زیادہ کسی شخص کے باغات ہیں اور نہ اعلیٰحضرت سے زیادہ کسی شخص کو عمدہ اور نفیس آموں کے ملاحظہ اور ذائقہ کرنے کا موقع مل سکتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے اور ہونا چاہئے کہ آموں کے بارے میں اعلیٰحضرت سے زیادہ کوئی ماہر ہو سکتا ہے اور نہ ہے۔ ایسے ماہر اور قدردان فرمانروا کے عہد حکومت میں اگر اس میوہ کی عمدگی اور اشاعت میں نمایاں ترقی اور افزائش نہ ہوئی تو ملک کی بدقسمتی سمجھنا چاہئے اس کی ترقی اور افزائش کے لئے جن امور کی ضرورت ہے ان کو ہم نہایت اختصار کیساتھ بیان کرکے اس مقالہ کو ختم کر دیں گے۔ سب سے اول ضرورت اس کی ہے کہ لوگوں کو باغ نصب کرنے کی ترغیب دیجائے اور جو لوگ اس کے لئے زمین چاہیں ان کے حصول میں آسانیاں پیدا کی جائیں۔ دوسرے ہر ضلع میں عمدہ عمدہ اقسام کی سرکاری نرسریاں قائم ہوں جو مناسب قیمتوں پر درخت فروخت کریں۔ تیسرے یہ کہ کوئی خانگی نرسری بغیر اجازت کے نہ قائم ہو سکے اور نہ تاجروں کو اس کی اجازت ہو کہ وہ جس قسم کے درخت چاہیں دوکان لگا کر محروسہ میں فروخت کریں۔ اس سے ملک میں خراب قسم کی اشاعت ہوتی جاتی ہے جس کا انسداد لازم ہے۔

انجمن انسداد قلت و گرانی اجناس کا جلسۂ عام

بقیہ سلسلہ صفحہ (۷)

نواب ولی داد خان صاحب مندوری (۱۰۰) یکمشت (۳۰) روپیہ ماہانہ۔

ہمایون مرزا صاحب (۵۰) روپے مہاراجہ گردھاری صاحب (۱۰۰) روپے مقصود احمد خان صاحب (۵۰) روپے۔

راجہ بہادر وینکٹ راما ریڈی (۱۰۱) روپے ڈاکٹر لطیف سعید صاحب (۱۰۰) روپے۔ ایک ہمدرد صاحب (۱۰۰۰) روپیہ۔

مجموعی رقم (۱۳۸۵۰) روپے۔

حیدرآباد میں خانگی کتب خانے

کتب خانہ راجہ شام راج بہادر

مملکت آصفیہ کے ایک سربرآوردہ امیر و سابق صدر المہام تعمیرات راجہ شام راج بہادر کا کتب خانہ بھی حیدرآباد کے مشہور ترین کتب خانوں میں سے ہے۔ اس کتب خانہ کی بنیاد راجہ صاحب کے ذاتی ذوق کی بنا پر ۱۳۳۲ء میں ہوئی اور اس مختصر عرصہ میں کتابوں کی مجموعی تعداد ۳۰ ہزار ہوگئی ہے جو تقریباً سب انگریزی مطبوعات ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ مرہٹی کی کتابیں اور ۳۰۰ سنسکرت مخطوطات ہیں۔

یہ کتب خانہ جدید انگریزی مطبوعات کا بہت ہی اچھا ذخیرہ ہے۔ نئی کتابوں سے قطع نظر تمام علوم و فنون سے متعلق کتابیں موجود ہیں۔ جن میں ادب، سائنس، سیاست و تاریخ، تذکرہ، نفسیات، ریاضیات، تصوف و دینیات، اخلاقیات، طبیعیات، معدنیات، عسکریات، کتابیات، فنون لطیفہ، سیر و سیاحت، مزاح، شکار، فنون و حکمیات وغیرہ زیادہ قابل ذکر ہیں۔

کتب خانہ کا شعبہ مشرقی بھی اعتبار سے جاذب توجہ ہے چونکہ اس میں ایشیاٹک سوسائٹی کے تقریباً ۱۰۰ [illegible] اور باعات مرقعجات کے ۱۰ اڈیشن موجود ہیں۔ ہندوستان سے متعلق تقریباً ۲ ہزار کتابوں پر مشتمل ہے۔ جن میں متعدد کتابیں کمیاب ہیں۔ اس شعبہ کے ذیلی شعبوں میں "حیدرآباد سکشن" اور "انڈین ہسٹری سکشن" خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

عوام کو اس کتب خانہ سے استفادہ کی عام اجازت ہے اور مطالعہ کے لیے میز و کرسیاں موجود ہیں لیکن گھر لے جانے کے لیے کتابیں جاری نہیں کی جاتیں۔ مطالعہ خانہ میں کتابوں سے استفادہ کی عام اجازت ایک قابل قدر سہولت ہے۔ توقع ہے کہ پبلک اس کتب خانہ سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرے گی۔

کتب خانہ نواب سر امین جنگ

نواب سر امین جنگ بہادر حیدرآباد کے مشہور ترین ذی علم اشخاص میں سے ہیں اور ان کے علمی ذوق کا بہترین ثبوت ان کا کتب خانہ ہے۔ اس کتب خانہ میں جو کتابیں ہیں وہ ان کے علمی مذاق و طبعی رجحان کی آئینہ دار ہیں اور اس کی تصدیق پہلی نظر میں ہو جاتی ہے۔

تقریباً پچاس سال قبل جبکہ موصوف طالب علم تھے کتابوں سے اس کتب خانہ کی ابتدا ہوئی تھی اور اب اس میں کتابوں کی مجموعی تعداد ۱۵ ہزار سے زیادہ ہے جس میں سے تقریباً ۹ ہزار انگریزی اور ۶ ہزار سے زیادہ اردو، فارسی اور عربی مطبوعات ہیں۔ اس کتب خانہ میں قلمی نسخے نہیں ہیں لیکن متعدد طبع شدہ مخطوطات کے کمیاب نسخے موجود ہیں۔ کتب خانہ میں جو نایاب کتابیں ہیں، ان میں "مسجد آباد" آتی ہیں انگلش سٹ خاص طور سے قابل ذکر ہے کیونکہ بڑے بڑے کتب خانوں میں بھی اس کی تمام جلدیں موجود نہیں ہوتیں۔

کتابوں سے استفادہ میں سہولت کے مد نظر انگریزی، اردو، فارسی اور عربی کی کتابیں جداگانہ شعبوں میں تقسیم کی گئی ہیں۔ ان میں سے ہر شعبہ مختلف موضوعات پر منقسم ہے اور ہر ایک موضوع کے تحت مصنفین کی حروف وار فہرست بندی کی گئی ہے۔

کتب خانہ سے متصل ایک دارالمطالعہ بھی ہے جہاں کتابوں سے استفادہ کرنے کی عام اجازت ہے۔

کتب خانہ سعیدیہ

اس کتب خانہ کا بڑا حصہ اہم اور نایاب مخطوطات پر مشتمل ہے جسے مفتی محمد سعید خان صاحب نے بڑی محنت سے جمع کیا تھا۔ کتب خانہ سعیدیہ اصل میں خاندانی کتب خانوں کا مجموعہ ہے جس کی بنا قاضی محمود مرحوم بجاپوری نے رکھی تھی اور جن کا انتقال گوامی ۹۹۵ھ میں ہوا۔ کتب خانہ کی (۳۰۹۶) جلدوں میں سے (۲۱۲۲) مخطوطات ہیں (۸۰) فیصد کتابیں عربی میں ہیں اور زیادہ تر فقہ و حدیث سے متعلق ہیں۔ کتابوں کی فن وار فہرست مرتب کر لی گئی ہے۔ قاضی محمود کے اہل خاندان کی اصلی تصانیف کے علاوہ کتب خانہ میں (۳۰۰) نایاب مخطوطات کی نقلیں بھی ہیں جن کی کتابت انہی حضرات نے انجام دی ہے۔ کتب خانہ میں چند مخطوطات چھٹی صدی ہجری کے ہیں۔ گلستان کا ایک نسخہ عہد اکبری کا ہے جو فن خطاطی کا نادر نمونہ ہے۔ یہ کتب خانہ چھتی باولی سے جام باغ کی جانب جدید سڑک پر مجلس آرائش بلدہ کے علاقہ کے ایک مکان میں قائم کیا گیا ہے۔ کتب خانہ صبح و شام شائقین علم کے استفادہ کے لئے کھلا رہتا ہے۔ اور مولوی حافظ محمد عظیم صاحب اس کے نگران ہیں۔

کتب خانہ یاسمی (میر یاسمی صاحب)

کتب خانہ میں کم و بیش ۲۰ ہزار کتابیں ہیں جو تاریخ، ادب، تذکرہ، دینیات وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ صرف تاریخ و تذکرہ کے شعبہ میں ۱۰۰۰ کتابیں ہیں جن میں دو ہزار نایاب و نادر مخطوطات بھی ہیں جن میں اکثر مصنفین کے عہد کے لکھے ہوئے ہیں اور بعض خود مصنفین کے لکھے ہیں۔ مطبوعات کا جو ذخیرہ موجود ہے اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا اکثر حصہ اب دستیاب نہیں ہوتا۔ یہ کتب خانہ مولوی میر یاسمی صاحب کے دولت خانہ پر [illegible] سے قریب ہے اور اہل ذوق و محققین کے لئے کھلا رہتا ہے۔

یورپ پر حملہ کی تیاریاں

مسٹر چرچل کی تقریر

لندن، ۳۰ جون۔ موسم گرما کی پت جھڑ سے قبل بحر روم اور دیگر مقامات میں نہایت شدید لڑائی کی پیش بینی مسٹر چرچل نے آج گلڈ ہال میں تقریر کرتے ہوئے کی جہاں وہ "فریڈم آف دی سٹی آف لندن" کا اعزاز حاصل کرنے گئے تھے۔

مسٹر چرچل نے اس کا انکشاف کیا کہ مئی میں دشمن کی کم از کم ۳۰ آبدوزیں یقینی طور پر تباہ کی گئیں اور امریکہ سے اپنے اس عہد کا اعادہ کیا کہ اگر جرمنی اور اطالیہ کو پہلے شکست ہو جائے تو تمام برطانوی طیاروں اور جہازوں کو بحر منطقہ کی سرزمین میں بحرالکاہل لے جایا جائے گا اور وہاں انہیں جتنے سال تک ضروری ہو رکھا جائے گا تاکہ جاپان کو شکست ہو۔

مسٹر چرچل نے عالمی جنگ پر پچھلے ۳ ماہ کے تجزیہ میں آبدوزوں کے خلاف مہم کی نسبت اچھی خبریں سنائیں۔ انہوں نے کہا کہ مئی میں جرمن [illegible] ان کے زبردست قافلوں کو جو ممالک متحدہ سے مسلسل آیا کرتے تھے برطانیہ پہنچنے سے روکنے کے لیے غیر معمولی کوششیں کیں۔ آبدوزوں نے بھیڑیوں کی طرح چھپے ہوئے تاکہ وہ ہمارے قافلوں کا انتظار کریں۔ ان حملوں میں ۱۵ تا ۲۰ آبدوزوں کو مصروف کیا گیا تھا۔ اس کے مقابلہ میں برطانیہ، کینیڈا اور امریکہ کے طیاروں اور جہازوں نے اپنی قوت صرف کی۔ [illegible] قافلوں کے اطراف اور [illegible] اس کا انجام آبدوزوں کی ہولناک شکست پر ہوا۔

مسٹر چرچل نے یاد دلایا کہ تین سال قبل ہٹلر نے شیخی کی تھی کہ وہ بمباری کر کے برطانوی شہروں کا صفایا کر دیں گے [illegible] کی برطانوی آسمانی بمباری سے برطانیہ کے بالمقابل نہایت سخت نقصان اٹھانا پڑا۔ [illegible] اشخاص ہلاک اور [illegible] زخمی ہوئے [illegible] مدت میں برطانیہ پر [illegible]۔ سلطنت کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر چرچل نے ہندوستانی سپاہیوں کا خصوصاً ذکر کیا [illegible] جنہوں نے [illegible] مصر میں اطالیوں اور جاپانیوں [illegible] لڑائیوں میں امتیاز حاصل کیا ہے۔

مسٹر چرچل نے آخر میں اتحادی اقوام کا ذکر کرتے ہوئے [illegible] کا اشارہ کیا [illegible]

مولوی لائق علی صاحب کی یادداشت کا تجزیہ

سرمایہ داروں کا واویلا

ایوان تجارت وصنعت حیدرآباد دکن نے محصول زائد نفع اندوزی سے متعلق جو یادداشت شائع کی ہے کہ وہ میری نظر سے گذری۔ اس کو پڑھنے کے بعد جو خیالات میرے ذہن میں آئے ہیں انہیں آپ کے موقر جریدے کے ذریعے اہل ملک کی خدمت میں پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں تاکہ اس اہم مسئلے کو مختلف پہلوؤں سے جانچا جا سکے۔

پہلی بات یہ ہے کہ جنگ کی وجہ سے جو قربانیاں اہل ملک کو پیش کرنی پڑی ہیں وہ سب پر یکساں نہیں ہیں۔ نہ صرف یہی بلکہ جہاں اکثریت پر یہ بوجھ آن پڑا ہے تو ایک خوش قسمت گروہ ایسا بھی ہے جو بجائے کوئی قربانی کرنے کے اس صورت حال سے کافی طور پر متمتع ہوا۔

ان حالات میں ہر متمدن حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ قربانیوں کے بوجھ کو اس طرح بانٹ دے کہ کسی طبقے یا گروہ کو یہ شکایت نہ رہے کہ فلاں طبقہ یا گروہ عوام کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ زائد نفع اندوزی پر محصول عائد کرنے کا یہی منشا ہے۔

مولوی میر لائق علی صاحب نے جو مرعوب کن اعداد و شمار اور تختے پیش کئے ہیں ان سے مولوی صاحب کا یہی منشا ظاہر ہوتا ہے کہ حیدرآباد کی صنعت و تجارت کو اس وقت تک بے مہار چھوڑ دیا جائے تاوقتیکہ وہ برطانوی ہند کی صنعت و تجارت کے زینۂ ترقی پر پہنچ جائے۔ یہ استدلال اس وجہ سے ناقابل قبول ہے کہ اگر ہماری صنعتیں برطانوی ہند کے مقابلے میں کم متمول ہیں تو ہمارے ملک کی رعایا بھی اسی تناسب سے غریب اور مفلس تر ہے۔ یہ کونسا اخلاقی نظریہ ہے کہ مفلسوں کے افلاس سے فائدہ اٹھا کر صنعتیں ترقی کرتی جائیں۔

مولوی لائق علی صاحب اور اُن کے رفقائے کار کو یاد رکھنا چاہئے کہ اہل ملک بلا لحاظ فرقہ و طبقہ صنعتی ترقی کے دل سے خواہاں ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ ملک کے مختلف اداروں اور اخبارات نے صنعتی سرمایہ داروں کے ساتھ ہر قسم کی فیاضی کو جائز رکھا۔ پبلک نا واقف نہ تھی کہ سر اکبر مرحوم کے زمانہ میں خان بہادر احمد علاؤالدین اور خود مولوی میر لائق علی صاحب کے ساتھ حکومت نے وہ غیر معمولی فیاضی برتی ہے کہ جس کی نظیر ہندوستان کے کسی حصہ یا صوبہ میں نہیں مل سکتی۔ اس علم کے باوجود پبلک نے کبھی یہ نہیں کہا کہ صنعتی ترقی کے بہانے چند افراد سے ساتھ کیوں یہ مراعات کئے جا رہے ہیں۔ یادداشت زیر بحث میں مولوی لائق علی صاحب نے اہل ملک کے اس جذبۂ طرفداری سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے

اور یہ مغالطہ دینا چاہا ہے کہ اگر جدید محصول عائد ہو تو صنعتیں مٹ جائیں گی۔ مقام غور کا ہے کہ جو حکومت صنعتوں کو ابھارنا چاہتی ہے وہ بھلا اپنی بنائی ہوئی صنعتوں کو جس میں وہ حکومت کا دا فر سرمایہ شریک ہے بگاڑنا کیوں پسند کرے گی۔ برطانوی ہند کی کمپنیوں کی جو مثالیں مولوی لائق علی صاحب نے پیش کی ہیں ان سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ جب حکومت ہند کے متعدد اور زبردست محاصل کے باوجود کمپنیاں کثیر رقمات محفوظ جمع کر سکتی ہیں تو ظاہر ہے کہ محاصل کا عائد کرنا صنعتوں کو مٹانے کے مترادف نہیں ہے اور اگر مقامی سرمایہ دار اسقدر کمزور قلب کے واقع ہوئے ہیں کہ زائد منافعوں کا پچیس فیصد بھی ان کی نظر میں صنعتوں کی تباہی کا موجب ہو سکتا ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ مقامی کمپنیوں کے نظما اور کارکنوں نے ابھی وہ صلاحیت نہیں پیدا کی جو صنعت دانی کے لئے ضروری ہے۔ مناسب ہوگا کہ مولوی لائق علی صاحب اور ان کے رفقائے چند ماہ کے لئے برطانوی ہند میں کچھ ٹریننگ حاصل کریں تاکہ ناجائز نفع اندوزی پر جائز محاصل ادا کرنے میں انہیں تکلیف نہ ہو۔

یا تو مقامی سرمایہ داروں کو اپنی کارکردگی اور حسن انتظام پر اعتماد نہیں ہے یا زائد منافع کی حرص انہیں حیلہ جوئی پر مجبور کر رہی ہے۔ ہر دو صورتیں افسوسناک ہیں۔

مولوی لائق علی صاحب نے صنعتوں کو تجارت سے الگ کر لیا ہے اور تجار پر حملے کر دیئے ہیں اب یہ تجار کا کام ہے کہ وہ اپنی مدافعت کے لئے تیار ہو جائیں۔ حارثین پر مولوی لائق علی صاحب نے جو حملہ کیا ہے وہ اتنا واضح طور پر بے بنیاد ہے کہ اس کی تردید غیر ضروری معلوم ہوتی ہے حیدرآبادی عوام میں اتنی سکت ہی کہاں ہے کہ وہ مہینوں کا غلہ خرید کر رکھ چھوڑیں۔

برطانوی ہند میں ہر ۱۳۴۹ف سے محصول زائد نفع اندوزی عائد کیا گیا ہے۔ حیدرآباد میں خورداد ۱۳۵۲ف سے عائد کیا جا رہا ہے تو مولوی لائق علی صاحب اور ان کے رفقاء واویلا مچا رہے ہیں۔ یہ ہمت اور حوصلے لائق غور ہیں۔

"ایک متعلم معاشیات" (پیام)

جرمن روسی جنگ کی دوسری سالگرہ

(بقیہ سلسلہ صفحہ اول)

اس سوال کا جواب کہ آیا جرمنی پھر ایک حملے کی کوشش کرے گا جس میں لاکھوں جانیں قربان ہوں گی صرف جرمن اشاعت دے سکتی ہے۔ ایک چیز جو بہت نمایاں ہے یہ ہے کہ اب ایسے بیانات شائع نہیں ہوتے جن میں خود اعتمادی پیش قیاسی اور اس سال سے نئے وعدے ہوں۔ اب تو جرمن باشندوں کو مدافعت کے لئے تیار رہنے کو کہا جا رہا ہے۔ جرمن فوجیں اب بھی زبردست ہیں لیکن روسی باشندوں نے جرمن ہائی کمانڈ کو مات دے دی ان کی تدابیر جنگ کو ناکام کر دیا اور نازی لیڈروں کو اس حالت پر پہنچا دیا کہ وہ جرمن باشندوں کو مصیبت اور موت کے سوا کوئی امید پیش نہیں کر سکتے۔ جرمن باشندوں پر دو محاذ کا خوف طاری ہے۔

نازیوں نے روس کا صفایا کرنے کی کوشش کی اور ناکام رہے۔ انھوں نے روس کا محاصرہ کیا اور کامیاب نہ ہو سکے۔ اب تیسری بار وہ پھر کوشش کر سکتے ہیں۔ یہ مدافعت پر اکتفا کریں گے جس کا آخری نتیجہ نازیوں کے خلاف ہوگا۔ یہ وہ الجھن ہے جس میں سوویٹ روس نے نازی جرمنی کو الجھا دیا ہے۔ روس کی اس جدوجہد میں اقوام متحدہ کی امداد بھی شامل تھی لیکن اس کامیابی میں سب سے بڑا حصہ کس کا ہ

محصول زائد نفع اندوزی

محسوب شدنی حسابی مدت

حیدرآباد ۲۱ امرداد۔ حال میں جو مسودہ قانون ٹیکس زائد نفع اندوزی جریدہ غیر معمولی میں شائع ہوا ہے اس کی دفعہ (۲) ضمن (۵) "محسوب شدنی حسابی مدت" کی جو تعریف کی گئی ہے۔ اس کے صحیح مفہوم کے متعلق معلوم ہوتا ہے کہ بعض حلقوں میں غلط فہمی ہے حکومت یہ واضح کر دینا چاہتی ہے کہ اس ضمن کی رو سے ایسے زائد منافعوں پر ٹیکس عائد نہیں ہوگا جو یکم خورداد ۱۳۵۲ف سے ما قبل ختم ہونے والے سال ۱۳۵۲ف کی مدت میں حاصل کئے گئے ہوں۔ یہ فرض کرتے ہوئے کہ ایک ادا کنندہ ٹیکس اپنے حسابات ہر فصلی سال کے اختتام پر بند کرتا ہے اور یہ کہ موجودہ مسودہ قانون سال رواں یعنی ۱۳۵۲ف میں قانون کی شکل اختیار کرے گا۔ ٹیکس ادا کنندہ اس سال ۱۳۵۲ف کے چھ ماہ (آذر تا ۔۔۔) کے بارہ ماہ کے زائد منافع کی بابت ٹیکس ادا کرنے کا ذمہ دار قرار پائے گا۔ ان ہر دو زمانوں کے لئے علحدہ علحدہ شرحیں عمل میں آئیں گی۔ ۱۳۵۲ف کی محسوب شدنی حسابی مدت متعلقہ زائد منافع پر ٹیکس ۱۳۵۳ف عائد کیا جائے گا۔ ۲۲

۲۲۔ اور اسی طرح ۱۳۵۳ف کے زائد منافع پر سال مابعد یعنی ۱۳۵۴ف میں ٹیکس عائد کیا جائے گا افسر ٹیکس زائد نفع اندوزی اپنے اختیار تمیزی سے ٹیکس ادا کنندہ کو ٹیکس ادا کرنے کے لئے مناسب مہلت عطا کر سکے گا۔

(سررشتہ معلومات عامہ)

سوتی پارچہ جات کی مجلس نگرانی

قیمتوں میں کمی اور پیداوار میں اضافہ کی ضرورت

بمبئی ۲۰ جون۔ حکومت ہند کی مقرر کی ہوئی سوتی پارچہ جات کی مجلس نگرانی کا پہلا اجلاس آج بمبئی میں شروع ہوا۔ حکومت ہند کے محکمہ صنعت کے معتمد مسٹر ایم۔ ایس۔ اے حیدری نے جلسہ کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مجلس کے قیام اور سوتی پارچہ جات کے کنٹرول کے تقرر سے ترقی کی ایک اہم منزل طے ہو گئی ہے لیکن اس طرح صرف ابتدائی دور ختم ہوا ہے اور ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ حکومت ہند اور پارچہ جات کی صنعت مطمئن ہو کر خاموش بیٹھ جائے۔ یہ صحیح ہے کہ ۲ جون کی تجویز اور اس کے بعد کی کارروائیوں کی وجہ سے کپڑے کی قیمتوں میں تھوڑی بہت کمی ہو گئی ہے۔ اس وقت حکومت اور پارچہ جات کی صنعت دونوں کی آزمائش ہو رہی ہے وہ جو نتائج حاصل کریں گے انھی کی بنا پر ان کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا۔ مسٹر حیدری نے صنعت کو یقین دلایا کہ مجلس نگرانی کے سپرد جو کام کئے گئے ہیں ان کی انجام دہی میں حکومت پوری پوری امداد کرے گی۔ صنعت نے ایک بہت بڑی ذمہ داری اپنے اوپر لی ہے اور اسے بہت بڑی بڑی مشکلات کو حل کرنا ہوگا۔

مسٹر حیدری نے کہا کہ اس سلسلہ میں خاص مقصد حاصل کرنا ہیں ایک یہ کہ کپڑے کی قیمتوں میں کمی ہو جائے اور دوسرے یہ کہ پیداوار میں کافی اضافہ ہو جائے۔ یہ دونوں مقصد جلد سے جلد حاصل ہو جانا چاہئے۔ مجلس نگرانی کو اپنے فیصلے تیزی سے کرنا چاہئے۔

مجلس کے صدر مسٹر کے اتھنگ نے کہا کہ حیدری کپڑے کی سکیم جہاں تک کپڑے کی تیاری کا تعلق ہے پورے زور شور سے جاری کر دی گئی ہے اور چند دنوں میں پورے ہندوستان میں اور اس میں ہندوستانی ریاستیں بھی شامل ہیں۔ پچاس فیصد تک معیاری کپڑے کی تیاری میں لگ جائیں گی۔

اجناس خوردنی کی تقسیم

حکومت ہند کی پالیسی کی ناکامی

اخبار لندن ٹائمز کا استدلال

لندن ۲۰ جون۔ اخبار لندن ٹائمز اپنے آج کے اداریہ میں رقمطراز ہے:۔

ہندوستانی وطنی محاذ کے اہم مسائل بھی کم از کم اسی حد تک معاشی ہیں جس حد تک وہ سیاسی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ اہم مسئلہ جس کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے وہ تقسیم اغذیہ کا ہے۔ اب تک اجناس خوردنی کی بہتر طور پر تقسیم کرنے سے متعلق مرکزی حکومت کی پالیسی میں عام طور پر ناکامی ہوئی۔ اب موجودہ حالت میں مباحث غلہ کی آزاد تجارت کی پالیسی پر واپسی کے حامیوں اور حکومت کے کنٹرول برقرار رکھنے سے متعلق پالیسی کے موئدین میں ہے۔

بنگال کے تجربات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حقیقت کو جانچ دیا جا سکتا ہے کہ قیمتوں کو بغیر کسی نگرانی کے آزاد [illegible]

طور پر ان کی سطح پر چھوڑا جا سکتا ہے روز بروز قیمتوں کے بڑھتے رہنے کی وجہ سے حکومت ہند کو جن دوسرے عظیم معاشی مسائل سے سامنا کرنا پڑ رہا ہے ان کی طرف بھی زیادہ توجہ کرنا پڑے گا۔ جیسے مشین کی بنی ہوئی اشیاء کی سستے دام اور کافی مقدار میں فراہمی ہے جدید طور پر تکمیل پانے ہوئے محکمہ سیول سپلائی کا ناکارہ ہے نئے مزید کل کی بنی ہوئی اشیاء فراہم کرے تو اس کی وجہ سے موجودہ حالت میں غلہ کے جو ذخائر ہیں ان لوگوں کو آزاد کرنے میں مدد ملے گی اور اس کی وجہ سے یقیناً افراط زر کے خطرہ میں کمی ہوگی۔ (رائٹر)

جرمنی روس سے آدمی ہٹا رہا ہے

اسٹاک ہوم سے نامہ نگار متعینہ اسٹاک ہوم کا ایک برقی پیام مظہر ہے کہ مغربی محاذ کو مضبوط کرنے کے لئے روس سے آدمیوں کے ہٹانے کا جرمنوں نے پلی یارو توق کے ساتھ ذکر کیا ہے یا تو جان بوجھ کر اور یا پھر غیر ارادی طور پر کپتان ولیم ارتھر فان شرام نے اس امر کی توجیہ کرتے ہوئے کہ جنگ کے آئندہ دور میں جرمنی کی جارحانہ جنگ کی بجائے مدافعانہ جنگ کی حکمت عملی کا اختیار کرنا کلاوز وٹز کی اس تعلیم کے سراسر مطابق ہے کہ دفاعی جنگ حملہ سے زیادہ مضبوط قسم کی جنگ ہے اسی سلسلہ میں یہ بتایا کہ سمندر مخص رود بار انگلستان پر اور سسلی اور تیونس کے درمیان ایسا نگاہ ہے کہ راستے چند منٹوں میں پار کیا جا سکتا ہے اور ابھی مقامات پر بحری قلعہ بندیاں [illegible]

سب سے زیادہ مضبوط ہیں۔ دشمن کے ہوائی بیڑے جرمنی کی دفاعات کو زیر نہیں کر سکتے۔ بالخصوص اس لئے کہ اب ان پر دوسرے محاذ کا تجربہ کار با یا جاتا ہے۔ مسٹر شرام نے اس کے علاوہ اور کوئی تفصیل نہیں بتائی ہے لیکن یہ ضرور کہا ہے کہ جرمنی اور اس کے ساتھیوں کے یورپ اور مشرقی ایشیا میں جو اہم جنگی مقاصد تھے وہ حاصل ہو چکے ہیں اور اس وقت خاص جنگی چال یہ ہے کہ دشمن کے ضرب لگانے کا اس ارادہ سے انتظار کیا جائے کہ جب اس کا جارحانہ اقدام رک گئے حالات کو جو ناسازگار بنا دے اور اسے کمزور کر دے تو جارحانہ جنگ پھر شروع کر دی جائے۔

کفایت کی خاطر

ریڈیو لیگ کے رکن بن جائیے

لاوڈ سپیکر کرایہ پر دیے جاتے ہیں

پرانے ریڈیو درست اور فروخت کیے جاتے ہیں

ریڈیو ہاسپٹل

توپ کا سانچہ حیدرآباد دکن

تاج محل

ہیر ڈریسنگ سیلون

لیڈیز اینڈ جنٹس

روبرو دواخانہ ڈاکٹر کرشنا سکر پٹ بازار

سر رشتہ معلومات عامہ سرکار عالی

کی چند اہم مطبوعات

منتخب پریس نوٹ ۔ اس سلسلے میں مجموعے (۱) سیاسی اور انتظامی (۲) معاشرتی فلاح و بہبود (۳) معاشی مسائل سے متعلق ایسے منتخب پریس نوٹ اور اعلانات پیش کیے گئے ہیں جو قومی تعمیر سے متعلق ہیں اور سا تھ ہی ملک اور پبلک کے اہم مسائل پر حکومت کے مسلک پر روشنی پڑتی ہے کاغذ و طباعت اعلیٰ قیمت فی [illegible] انگریزی ایڈیشن بھی

عثمانیہ یونیورسٹی ۔ انگریزی اور اردو میں جامعہ عثمانیہ کا مفصل باتصویر تذکرہ اور ایک مفید کتابچہ [illegible] قیمت [illegible]

ہم اسٹیشن ۔ آں حیدرآباد کے حالات باتصویر حالات کا مستند و مختصر مجموعہ [illegible] مفید ہے قیمت [illegible] ۔ نیز ایسی ہر علمی ادبی ضروریات کے لئے مکتبہ کی خدمت ہمیشہ پیش نظر رکھیے۔

مکتبہ ابراہیمیہ ۔ حیدرآباد دکن

قائم شدہ ۱۸۷۱ء

سید عبدالرزاق اینڈ کمپنی

کیمسٹ خاص اعلیٰحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

شاخیں		صدر دفتر
عابد روڈ	آکسفورڈ اسٹریٹ سکندرآباد	چارکمان حیدرآباد دکن
فون نمبر ۲۷۱	فون نمبر ۳۵۵	فون نمبر ۲۷

پارچہ جات

ایف ۔ ڈی ۔ خان اینڈ کمپنی

ٹیلیفون محی الدین بلڈنگ حیدرآباد دکن نمبر ۲۰۴۶

مہاراجہ جنبیل ہیر آئل

طلائی تمغہ یافتہ

بالوں کو بڑھاتا ہے سفیدی کو روکتا ہے دماغ کو قوت آنکھوں کو ٹھنڈک پہونچاتا ہے اور فرحت بخشتا ہے۔

قیمت فی شیشی عمہ

بھگوان اینڈ کمپنی گلزار حوض حیدرآباد

فون نمبر ۳۲۷

خزانہ عامرہ کی موٹر پر

بنارسی مال

رام بخش جے چند (لاڈ بازار)

بیوپاریوں اور آرڈر سپلائی کرنیوالا

احمد پریس چار مینار میں طبع ہوکر باہتمام سید حسن [illegible] دفتر مملکت سانچہ توپ سے شائع ہوا۔